والعصر ٥ ان الانسان لفی خسر ٥

جامعہ عثمانیہ کا ترجمان

ہنامہ

العصر

پشاور

مدیر مسئول

مفتی غلام الرحمٰن

اگست 2005ء جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ

Scanned with CamScanner

آپ کی توجہ کیلئے !!

جامعہ عثمانیہ پشاور کے توسیعی منصوبہ میں حلقہ جلوزی علاقہ خٹک کے نزدیک میں پچپن کنال وسیع قطعہ اراضی پر دو ہزار طلباء کیلئے تدریسی، رہائشی عمارات کا مجوزہ نقشہ تیار ہو چکا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار نمازیوں کیلئے ﴿عبداللہ ابن مسعود﴾ کے نام سے ایک وسیع اور خوبصورت مسجد بھی منصوبہ کا حصہ ہے۔ سرسری جائزہ کے مطابق صرف مسجد پر (دو کروڑ) 2,00,00,000 کی لاگت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پاک نام لیکر اس منصوبہ پر کام شروع کیا گیا ہے۔

کیا معلوم ؟ کہ آپ جیسے درد دین رکھنے والے بے لوث خادم دین کی حلال آمدنی میں سے کچھ حصہ اس کے لئے قبول ہو کر آخرت سنوارنے کا ذریعہ ثابت ہو۔ اس لئے آپ اس مقدس مشن میں اپنا حصہ نقد، سریا، سیمنٹ، بجری، ریت یا عماراتی لکڑی کی شکل میں ڈال سکتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس اہم خدمت کیلئے قبول فرمائے۔ آمین

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عثمانیہ پشاور

زیر سرپرستی
حضرت مولانا حکیم الطاف الرحمٰن صاحب زید مجدہم

ماہنامہ
العصر
پشاور
جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

مجلس ادارت
مدیر مسئول
مفتی غلام الرحمٰن
نائب مدیر
مولانا ذاکر حسن نعمانی

مجلس مشاورت
مولانا حسین احمد
مفتی نجم الرحمٰن
قانونی مشیر
نثار خان ایڈووکیٹ

اگست 2005ء جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ جلد ۱۱ شمارہ ۸

فہرست مضامین

صدائے عصر	اداریہ	۲
محاسن القرآن	مفتی غلام الرحمٰن	۱۱
امام ابوحنیفہ کے فقہی اصول و قواعد اور ان کی خصوصیات	محمد عبدالقیوم ہزاروی	۱۷
دارالافتاء	مفتی غلام الرحمٰن	۲۹
تقسیم میراث میں کوتاہی	ابوبکر الکوثری	۳۳
لندن دھماکے اور دینی مدارس کا موقف	مولانا حنیف جالندھری	۳۹
عالمی حالات اور مسلمانوں کے لئے راہ عمل	محمد فاروق غالب	۴۳
مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس	ابورضوان	۴۹

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر۔ صوبہ سرحد پاکستان فون ۲۷۳۵۶۱-۰۹۱

پبلشر و دفتر مفتی غلام الرحمٰن نے وحدت پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا

بدل اشتراک فی پرچہ 15 روپے / زرسالانہ اندرون ملک 125 روپے بیرون ملک 25 ڈالر کی قیمت

صدائے عصر

حسبہ ایکٹ اور معاشرہ کا احتساب

سرحد کی صوبائی اسمبلی کے ایک سو چوبیس ممبران میں سے اٹھاسٹھ ممبران یعنی واضح اکثریت سے پاس ہونے کے باوجود ﴿حسبہ ایکٹ﴾ گورنر کے دستخط نہ ہونے کی وجہ سے تاحال قانون نہ بن سکا - جمہوریت کے حوالہ سے جمہوریت نواز لوگوں کا متفقہ نظریہ اور نعرہ تو کہ ﴿طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں﴾ اسمبلی خواہ قومی ہو یا صوبائی، اپنے دائرہ اختیار میں رہتے ہوئے جو قانون سازی کرے اس کو ہر حال میں ملک کا قانون تسلیم کرنا ہوگا- لیکن صدارتی ریفرنس کے جواب میں عدالت عظمی کی رائے سامنے آنے پر کہ ﴿حسبہ بل کی بعض شقیں آئین سے متصادم ہیں، گورنر دستخط نہ کریں﴾ نے جمہوریت نواز لوگوں کا مذکورہ نعرہ غلط ثابت کر دیا- شاید ابھی ہمیں جمہوریت کے حوالہ سے اسمبلی سے پاس ہونے والے قانون میں مرکزی سطح پر صدر محترم اور صوبائی سطح پر صدر محترم کے ساتھ اس کے آئینی نمائندے گورنر صاحب کے خیال سے اتفاق ضروری قرار پایا- جمہوریت کی ڈکشنری میں اگر بیرون دنیا نہ بھی ہو- کم از کم پاکستان کی سطح تک یہ تبدیلی ضروری ہے- کہ جمہوریت کا مقصد عوام کی رائے نہیں بلکہ آئینی سربراہ کی خوشنودی میں عوام جو فیصلہ کرے وہ جمہوریت کہلانے کا مستحق ہوگا- ورنہ اس کے بغیر بھاری مینڈیٹ کا فیصلہ بھی خلاف آئین متصور ہوگا - چنانچہ عسکری حکمرانوں کے آرڈیننس سے ہونے والے کئی قومی اور بین الاقوامی مسائل پر عوام کی ناراضگی کے باوجود آئینی تحفظ ملا- جنہیں جمہوریت کا حصہ قرار دیا جا رہا ہے-

سرحد کی صوبائی اسمبلی کے پاس کردہ ایکٹ کے خلاف صدر پاکستان کا سپریم کورٹ کی رائے طلب کرنے کے لئے آئین کے دفعہ نمبر 186 کا سہارا لیا گیا- جو مندرجہ ذیل ہے-

Advisory Furisdiction یعنی مشاورتی اختیار سماعت

(۱) اگر کسی وقت صدر مناسب سمجھے- کہ کسی قانونی مسئلہ کے بارے میں جس کو وہ عوامی اہمیت کا حامل خیال کرتا ہو- عدالت عظمی کی رائے حاصل کی جائے تو وہ اس مسئلہ کو عدالت عظمی میں غور کے لئے بھیج سکے گا-

(۲) عدالت عظمی بایں طور محولہ مسئلہ پر غور کرے گی- اور صدر کو اس مسئلے کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع کرے گی-

مجلس عمل جو اس ملک میں خدا کی زمین پر خدا کا نظام کے نعرہ کی علمبردار ہے- صوبائی اسمبلی سے جو قانون سازی کرے گی- ظاہر ہے کہ اس میں دینی اقدار کا غلبہ یا اسلام کی آمیزش ضرور ہوگی- صوبائی سطح پر نظام کی تبدیلی دائرہ اختیار میں نہ ہونے کے باوجود جہاں کہیں ایسے لوگوں کو کسی ادنی تبدیلی کا راستہ نظر آئے- تو لازمی طور پر اپنے منشور سے وفاداری ان کا اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے- اس لئے حسبہ ایکٹ کو اسلامی نظام قرار نہیں دیا جا سکتا- لیکن کم از کم اسلامی فریضہ کا احساس رکھتے ہوئے اس کو اصلاحی قدم ضرور کہا جا سکتا ہے- جہاں قدم بقدم اسلام، دین اور شریعت کے مقدس نام کا تذکرہ پایا جاتا ہے- ظاہر ہے کہ ایسے اقدامات صدر صاحب کے خیال میں کیسے عوامی مفادات میں ہو سکتے تھے- آپ تو ﴿روشن خیالی﴾ کی احیاء اور قدامت پسندی کو بیخ سے نکالنے کا ایجنڈا لیکر منصب صدارت پر فائز ہیں- آپ کے خیال میں روشن خیالی ہی میں اس ملک کی ترقی کا راز مضمر ہے- پھر حسبہ ایکٹ پر اگر وہ عدالت عظمی کا دروازہ نہ کھٹکھٹائے تو کہاں جائے؟ اچھا ہوا کہ صدر صاحب کا خیال درست ثابت ہوا- اور عدالت عظمی کی بڑی مجلس نے متفقہ طور پر حسبہ ایکٹ کے بعض دفعات کو آئین سے متصادم قرار دیا- مختصر فیصلہ کی روشنی میں اخبارات کے حوالہ سے حسبہ ایکٹ کے اکتیس دفعات میں سے ایک مکمل طور پر اور چار جزوی طور پر آئین سے موافقت نہیں رکھتے ہیں- جس کی تفصیل یہ ہے-

(ا) دفعہ نمبر ۱۰- محتسب کے اختیارات و فرائض کے آٹھ شقوں میں سے تین شقیں یعنی ﴿ب، ج

اور دﷺ خلاف آئین ہیں۔جس کی تفصیل یہ ہے۔

(ب) محتسب صوبائی سطح پر اسلامی اخلاق اور آداب کی نگرانی کرے گا۔

(ج) صوبائی حکومت کے قائم کردہ یا اس کے زیر کنٹرول ذرائع ابلاغ کی اس نہج پر نگرانی کرے گا کہ نشریات اسلامی اقدار کی ترویج کے لئے کارآمد ہوں۔

(د) ایسے شخص، ایجنسی اور حاکم کو جو صوبائی حکومت کے زیر انتظام کام کرتے ہوں۔ خلاف شریعت کام کرنے سے روکنے کے احکامات جاری کرے گا۔ اور اچھی حکمرانی کی ترغیب دے گا۔

(۲) دفعہ نمبر ۱۲۔ ﴿نفاذ احکامات﴾ کے چار ذیلی دفعات میں سے پہلی شق کے تینوں جزء آئین سے موافقت نہیں رکھتے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف) سرکاری ملازمین کی برخاستگی کے مروجہ قوانین کے تحت مقرر کردہ کوئی ایک یا ایک سے زیادہ سزائیں دینا۔

(ب) دوران تفتیش محتسب اور اس کے اہلکار کے ساتھ تعاون نہ کرنے کی صورت میں متعلقہ اہل کار کے خلاف مداخلت بکار سرکار کے جرم میں کاروائی کرنا۔

(ج) اگر محتسب مطمئن ہو کہ زیر بحث شکایت کی بابت کسی بھی سرکاری اہلکار نے قابل تعزیر جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ یا اس کے خلاف دیوانی مقدمہ قائم ہو سکتا ہے۔ تو متعلقہ ایجنسی کو حسب قانون مذکورہ بالا کاروائی کا حکم دینا۔

دفعہ نمبر (۲۳) محتسب کے خصوصی اختیارات کے پچیس اجزاء میں سے آٹھ اجزاء آئین سے ہم آہنگ نہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) پبلک مقامات پر اسلام کی اخلاقی اقدار کی پابندی کروانا۔

(۲) تبذیر یا اسراف کی حوصلہ شکنی خصوصاً شادیوں اور اس طرح کسی دیگر خاندانی تقریبات کے موقع پر۔

(۳) جہیز دینے میں اسلامی حدود کی پابندی کروانا۔

(۴) افطار اور تراویح کے وقت اسلامی شعائر کے احترام اور آداب کی پابندی کروانا۔

(۵) عیدین کی نمازوں کے وقت عیدگاہوں یا ایسی مساجد کے آس پاس جہاں عیدین اور جمعہ کی نماز ہو رہی ہو۔ کھیل تماشے اور تجارتی لین دین کی حوصلہ شکنی کرنا۔

دفعہ نمبر ۲۵۔ اختیار سماعت پر بندش کے ذیلی تین دفعات میں سے دو دفعات آئین سے متصادم ہیں کہ

(۱) کسی عدالت یا اتھارٹی کو اس بات کا اختیار نہیں ہوگا کہ وہ محتسب کی کاروائی کی قانونی حیثیت کے بارے میں کوئی سوال اٹھائے۔

(۲) کسی عدالت یا اتھارٹی کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا کہ وہ محتسب کے زیر غور جاری کاروائی کی بابت کوئی حکم امتناعی، عبوری حکم، یا حکم التواء جاری کرے۔

جبکہ دفعہ ۲۸۔ جرم نا قابل دست اندازی پولیس کا پورا دفعہ آئین کے خلاف ہے۔ جس کے تین اجزاء ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) ایکٹ ہذا کی دفعہ ۲۳ کے تحت امور کی انجام دہی سے متعلق محتسب کے حکم کی خلاف ورزی نا قابل دست اندازی پولیس جرم متصور ہوگا۔ جس کی سزا چھ ماہ تک قید اور مبلغ دو ہزار روپے تک جرمانہ ہوگی۔

(۲) عدالت دفعہ ہذا کے تحت جرم کی سماعت محتسب یا اس کے مجاز نمائندہ کی تحریری شکایت پر کرے گی۔

(۳) ذیلی دفعہ نمبر ۱ کے تحت جرم کی سماعت مجاز عدالت ضابطہ فوجداری مجریہ ۱۸۹۸ء میں درج ضابطہ کار کے مطابق کرے گی۔

عدالت عظمٰی کے تفصیلی فیصلہ شائع ہونے کے بعد شاید کوئی نئے گوشہ کھلے۔ تاہم مختصر فیصلہ کی رو سے عدالت عظمٰی کی رائے میں گورنر صوبہ سرحد کو اس بل پر دستخط نہیں کرنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ آئندہ عمل بھی اس پر ہوگا۔ اور یوں حسبہ ایکٹ کو مذکورہ شکل میں صوبہ کا قانون بننا مشکل

Scanned with CamScanner

ہے۔صوبائی حکومت نے نظر ثانی کا عندیہ بھی ظاہر کیا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ آئینی ماہرین سے مشورہ کے بعد ترجیحات کے ساتھ بل دوبارہ اسمبلی میں پیش ہو۔لیکن اس کی ضمانت نہیں دی جا سکتی ہے کہ مولویوں کا پاس کردہ کوئی بل صدر صاحب کے خیال پر پورا اترے۔کیونکہ مولویوں کا ذہن اسلام کی قدیم روایات کے بارے میں سوچتا ہے جبکہ صدر صاحب کو روشن خیالی کی ضرورت ہے۔اس لئے ترجیحات کے ساتھ پاس ہونے والے بل کی زندگی کی امید رکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

عام لوگ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ مجلس عمل کو اس بل کے لانے کی ضرورت کیا تھی؟ اور اس سے عوام کو کیا فائدہ ہوگا؟ نفاذ شریعت کونسل نے جہاں صوبائی حکومت کو مشورے دیے۔ان میں ادارہ حسبہ کے قیام کی ضرورت اس لئے محسوس کی کہ مجلس عمل مرکزی سطح پر کسی نظام میں تبدیلی لانے کی پوزیشن میں نہیں۔اور صوبائی سطح پر حکومت ہونے کے باوجود اختیارات کا دائرہ بہت محدود ہے۔کنکرنٹ لسٹ میں بھی صوبائی اسمبلی کی قانون سازی مرکز کے اہداف سے متصادم نہ ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔اس لئے صوبائی سطح پر کم از کم انتظامی حوالہ سے ایسا نظام کیوں متعارف نہ ہو۔جس میں عوام اور حکمرانوں کے درمیان فاصلوں کو ختم کرنا اگر بالکل ممکن نہ ہو تو کم کیا جائے۔کیونکہ ہمارے پاس حکمرانی کے قواعد وضوابط اس دور کی وراثت ہیں۔جس وقت اس ملک میں آقا برطانیہ کے ماتحت ایک غلام قوم رہ رہی تھی۔نوآبادی نظام کے ورثہ کا تحفظ ہر حکمران اپنا فریضہ منصبی سمجھتا ہے۔جبکہ اس کے مقابلہ میں اسلام حکمرانی کو عہدہ کی بجائے ذمہ داری سمجھتا ہے۔اس لئے سرکاری ملازم خواہ ادنی کارندہ ہو یا اعلی افسر بلکہ وزراء اور وزیراعلی اپنے آپ کو حکمران کی بجائے خادم سمجھیں گے۔اور ارباب اقتدار کے بارے میں فیصلے عوامی مفادات کی روشنی میں ہوں گے۔اس لئے اسلام کے نظام حکومت میں دو اداروں کا ثبوت ملتا ہے۔سرکاری ملازمین میں اچھی حکمرانی کی ترغیب کے لئے ﴿دیوان مظالم﴾ کے نام سے ایسا شعبہ قائم ہوتا ہے۔جس کے ذریعہ ارباب اختیار عوام کی دادرسی کے لئے اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتے ہیں۔یہی وہ

مقدس نظام ہے جس سے یورپ اور دوسرے ملکوں نے لیکر ﴿اومبڈزمین﴾ OMBUDSMAN کے نام سے متعارف کروایا۔اور ہمارے ملک نے بھی اس کو یورپ کے حوالہ سے ترویج دی۔اس کے ساتھ ساتھ کم از کم معاشرتی حوالہ سے یہ ضروری ہے کہ عوام کے مفادات کے لئے بنائے گئے قوانین پر عمل درآمد یقینی ہو۔اور مسلمانوں کے بودوباش، رہن سہن سے کم از کم دینی اقدار کی ترویج اور اسلامی معاشرت کا عکس نمایاں ہوں۔یہ کام جس ادارہ سے حکومت لے سکتی ہے۔اس کو ﴿الحسبۃ﴾ کے نام سے کتابیں لکھتی ہیں۔جو لوگ اسلام کے حوالہ سے ﴿حسبہ﴾ کا وجود نا آشنا سمجھتے ہیں۔وہ بے چارے خود اسلامی نظام سے نا آشنا ہیں۔چونکہ ان دونوں کا تعلق انتظامی معاملات سے ہے۔اس لئے صوبائی سطح پر آئینی اختیارات کے ہوتے ہوئے صوبائی حکومت اس کے لئے قانون سازی کر سکتی ہے۔اس لئے حکومت نے صوبائی اسمبلی سے یہ بل پاس کروائی۔اگرچہ دونوں اداروں کو الگ الگ بنانا زیادہ مناسب تھا لیکن اخراجات کو مدنظر رکھتے ہوئے دیوان مظالم، الحسبہ بلکہ ان دونوں کے ساتھ ﴿مصالحتی کمیٹی﴾ کا نظام بھی ساتھ ملا کر ایک بل پر اکتفا کیا گیا۔

معلوم نہیں کہ جمہوریت پسند لوگ ﴿ادارہ حسبہ﴾ کے قیام کو کیوں مارشل لاء قرار دے رہے ہیں۔حالانکہ دوسرے صوبوں میں محتسب کے ادارہ کا قیام صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ عمل میں لایا گیا ہے۔جبکہ صوبہ سرحد کی حکومت نے دو سال کی بڑی مدت میں مشتہر کرا کے اسمبلی سے پاس کرانے میں آئینی جمہوری طریقہ اپنایا۔چونکہ اس بل کے ذریعہ عوام اور حکمرانوں کے درمیان فاصلہ کم کرنے کا ہدف تھا۔اس لئے دوسرے صوبوں کی نسبت سے صوبہ سرحد میں اس کو مزید وسعت دیکر ضلع اور بوقت ضرورت تحصیل کی سطح تک بڑھایا گیا۔گویا ﴿حسبہ ایکٹ﴾ میں دفعہ نمبر ۱۰ کے اختیارات کو بروئے کار لانے کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو دوسرے صوبوں اور مرکز میں رائج ہے۔اس لئے سپریم کورٹ کی رائے پر عمل کرنے کی صورت میں یہ دیکھا جائے کہ کیا اومبڈزمین کا قانون آئین سے متصادم نہیں ہے؟ کیونکہ بعض دفعات کے بارے میں خلاف

آئین ہونے کے بارے میں جو رائے آئی ہے- یہ دفعات دوسرے صوبوں کے محتسب آرڈیننس سے ماخوذ ہیں- ایسا ہی ﴿الحسبہ﴾ کا حصہ جو دفعہ نمبر ۲۳ کے حوالہ سے محتسب کے خصوصی اختیارات سے متعلق ہے- اور یا دوسرے بعض دفعات دینی اقدار کے غلبہ اور اچھی حکمرانی کی ترغیب سے وابستہ ہیں- ان کا ماخذ اسلامی نظریاتی کونسل کی فائنل رپورٹ ہے- جو 1996 میں انگریزی اور 1998ء میں اردو زبان میں شائع ہوئی ہے- اسلئے جہاں حسبہ ایکٹ کا یہ جز آئین سے متصادم ہو کر متاثر ہو تو پھر اسلامی نظریاتی کونسل جیسے آئینی ادارہ کی حیثیت کیا ہوگی بلکہ خود اس آئینی ادارہ کی محنت کو آئین سے متصادم قرار دینا ہوگا- گویا ﴿حسبہ ایکٹ﴾ کا ماخذ منبع دوسرے صوبوں کا او مبڈزمین آرڈیننس اور اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ ہے- اس لئے حسبہ ایکٹ جہاں کہیں متاثر ہو تو اس سے ان دونوں اداروں کا متاثر ہونا بھی اس کا لازمی نتیجہ ہے یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ﴿حسبہ ایکٹ﴾ نے قانون بننے سے پہلے معاشرہ کے ہر طبقہ احتساب کیا- شاید قانون بن جانے کے بعد فیصلہ مجاز افسران یا زیرین عدالتیں فیصلہ کرتیں لیکن قانون بننے سے قبل فیصلہ عوامی عدالت میں لے جایا گیا- آج صرف صوبہ سرحد کے ا نہیں بلکہ پورے ملک کے اہل فہم و دانش اس کے بارے میں بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں- وہ لوگ عوام کی عدالت میں ہیں جو صوبائی خود مختاری اپنی زندگی کا مقصد سمجھ رہے ہیں- لیکن ﴿حسبہ ایکٹ﴾ ایک صوبائی سبجکٹ ہونے کے باوجود اس کی کاپیوں کو پھاڑا گیا- اور مخالفت کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا-

ان آئینی شارحین اور ماہرین کے بارے میں معاشرہ بہتر فیصلہ کر سکتا ہے- جنہوں نے حسبہ ایکٹ میں اسلام دین اور شریعت کے الفاظ کو چن چن کر آئین سے متصادم قرار دیا حالانکہ یہی حقیقت آئین کی دفعہ ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۰ یعنی اسلامی نظریاتی کی پیداوار ہے- جنہوں نے فائنل رپورٹ میں نشاندہی کی ہے- اسلام کا لبادہ اوڑھ کر وہ لوگ بھی عوام کے قہر و غضب سے نہیں بچیں گے- جو دین دوست اور اسلام پسند ہونے کا مصنوعی جذبہ اپنا کر دیندار ہونگے

ایکٹ ان کو خلاف شرع نظر آیا- ہاں حسبہ ایکٹ نے روشن خیالی کے مذموم چہرے تھے- اور حسبہ سے بھی پردہ اٹھانے کی جرات کی- کہ اس وقت اسلام، شریعت اور دین کے نام لینے سے بحران پیدا ہو سکتا ہے- اور ملک و قوم بڑے طوفان کا شکار ہو سکتی ہے- جس کے لئے سنگین پشت بانی کی ضرورت ہے-

﴿حسبہ ایکٹ﴾ نے اغیار کی طرح اپنوں کا بھی احتساب کیا کہ اسلام کا نام لیا- آج کی دنیا میں کتنا مشکل ہے؟ ملک کی تاریخ میں شاید یہ پہلا مرحلہ ہے- جہاں وفاق کی علامت صدر مملکت کو ذاتی طور پر صوبائی اسمبلی سے ایک پاس شدہ ایکٹ کے خلاف عدالت عالیہ کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا تو ابتدائی مرحلہ تھا- مستقبل کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے-

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

﴿حسبہ ایکٹ﴾ سر دست بے جان جسم یعنی قانونی مراحل میں داخلہ کی پابندی کے باوجود مجلس عمل کے اکابرین اور صوبائی حکومت کو زبان حال سے یہ دعوت دے رہا ہے کہ ابھی پاکستان کا معاشرہ روشن خیالی اور قدامت پسندی کے دو متضاد نظریوں میں بٹ چکا ہے- تم قدامت پسندی کے علمبردار ہو- کیونکہ اسلام کے بنیادی افکار و نظریات قدیم ہیں- تمہیں معاشرہ کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے قدم اٹھانے کی ضرورت ہے- اگر نظام کے حوالہ سے کوئی تبدیلی تمہارے دائرہ اختیار میں نہ ہو تو کم از کم کردار کے حوالہ سے ایسی تبدیلی لاؤ- جس سے عوام یاد رکھ سکیں- نو آبادی نظام کے جابرانہ اور متکبرانہ انداز حکمرانی کو جوتوں کی نوک سے ٹھوکر مار دو- عوام میں جا کر حضرت عمرؓ کے عادلانہ کردار کا نمونہ پیش کرو- میرا ایمان اور عقیدہ ہے کہ اگر آج خلفاء راشدین کے متواضعانہ کردار اپنا کر انگریز، کے پروردہ پروٹوکول کے نظام سے جان چھڑائی جائے- تو معاشرہ میں بڑی حد تک تبدیلی محسوس ہوگی- نفاذ شریعت کونسل کی رپورٹ ایک بار پھر تمہارے سامنے پیش کی جاتی ہے کہ معاشرہ کے اہم مسائل روزگار کے مواقع فراہم کرنے اور کرپشن کے خاتمہ کے لئے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے- ایسا ہی صوبہ سرحد کے بے تعلیم معاشرہ میں تعلیم

Scanned with CamScanner

کی شمع جلانے کے لئے دن رات ایک کریں تاکہ معاشرہ کا کوئی بچہ تعلیم کے بغیر نہ رہ سکے اور تمہارے اس دورانیہ حکومت میں سوفیصد کی شرح خواندگی کا ہدف پورا ہو سکے۔ نفاذ شریعت کونسل کی رپورٹ میں صرف حسبہ ایکٹ نہیں بلکہ اور بھی بہت کچھ ہے۔ جن پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

﴿والعصر ٥ان الانسان لفی خسر ٥﴾

وہی جہاں ہے تیرا
جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ و خشت نہیں
جو تیری نگاہ میں ہے

مفتی غلام الرحمٰن

اذکروا الله فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه ومن تاخر فلا اثم علیه لمن اتقیٰ واتقوا الله واعلموا انکم الیه تحشرون

ترجمہ:
منیٰ میں گنتی کے چند دن کو غنیمت سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرو، ہاں جس نے دو دن گزار کر جانے میں جلدی کی اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے تیسرے دن تک تاخیر کی اس پر کوئی گناہ نہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین جانو کہ ایک دن اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے

محاسن:
اس میں کوئی شک نہیں کہ ''منیٰ'' کے چند مخصوص دن ہیں جنہیں ''ایام تشریق'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے دسویں، گیارہویں اور بارہویں دن تین دن پوری دل جمعی کے ساتھ منیٰ میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنا چاہیئے ہاں اس کی گنجائش بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے رب کی محبت میں چوتھے دن یعنی تیرہویں ذی الحجہ تک ٹھرنے کا ارادہ کرے یعنی تین یا چار دن میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے والے کی صوابدید پر اللہ تعالیٰ نے چھوڑ دیا ہے لیکن ہر دونوں صورتوں میں منیٰ میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا خوف دل و دماغ پر چھایا رہے اور یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ منیٰ کی مصروفیات کے بارے میں پہلے بتایا گیا ہے کہ اہم کام ''رمی'' ہے جس کا وقت پہلے دن طلوع فجر کے بعد اور دوسرے تیسرے دن زوال کے بعد شروع ہوتا ہے۔ تاہم چھوتے دن کے لئے جو حضرات منیٰ میں رہ جائیں وہ تیرہویں ذی الحجہ کو زوال سے قبل بھی رمی کر سکتے ہیں

پہلے دن سے جمرہ عقبہ پر سات کنکریاں پھینکی جائیگی جبکہ دوسرے تیسرے دن تینوں جمروں پر کرنا ہوگی جس کی ابتداء مسجد خیف کی جانب سے ہوگی اور آخر میں جمرہ عقبہ پر رمی تا کہ کنکریاں پھینکتے وقت تکبیر پڑھے۔اس کے علاوہ تسبیح وتہلیل میں مشغول ہوکر یہ دن گزارنا چاہیئے

ومن الناس من تعجبک قوله فی الحیٰوة الدنیا و یشهد الله علی ما فی قلبه و هو الد الخصام .واذا تو لّٰی سعیٰ فی الا ر ض یفسد فیها ویهلک الحرث والنسل والله لا یحب الفساد .واذاقیل له اتق الله اخذته العزة بالاثم فحسبه جهنم وبئس المهاد .ومن الناس من یشتری نفسه ابتغاء مر ضات الله والله رئوف بالعباد

بعض لوگوں کی باتیں تمہیں دنیا کی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں وہ اعتماد کے لئے اللہ کو اپنی کی باتوں پر گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ معاشرہ کا بدترین دشمن ہوتا ہے جب اس کو موقعہ ملتا ہے تو اس کی تگ ودوڑ فساد پھیلانے کے لئے ہوتی ہے تاکہ کھیتی باڑی اور مواشی ہلاک کرے حالانکہ اللہ تعالیٰ معاشرہ میں فساد پسند نہیں کرتا اور جب اس کو کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرو نام نہاد حمیت اس کو گناہ پر آمادہ کرتی ہے ایسے شخص کے لئے جہنم کافی ہے وہ برا ٹھکانا ہے ہاں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اپنی جان تک بیچ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندوں پر بڑا مہربان ہے

محاسن:

حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ کے کہنے کے مطابق جہاد کی طرف ترغیب ہے جس کا تذکرہ آیت ۲۱۷ تک آٹھ بار ہوگا گویا ان آیات میں صریح حکم نہیں دیا جارہا ہے تاہم معاشرتی ... دشمنان اسلام کے مذموم مساعی کا تذکرہ کر کے دین کے لئے قربانیاں دینے کے لئے ... سازی ہورہی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ گذشتہ آیات میں کوتاہ نظر اور دوراندیش کے موازنہ ...

... جاری ہو کہ معاشرہ میں عموماً دو قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے کچھ لوگ ایسے عیار ہو ... کہ ان کی میٹھی میٹھی باتوں سے انسان بہت متاثر ہوتا ہے وہ جھوٹ کو ایسی صفائی سے ... ہیں کہ یقین کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہتا لیکن ایسے لوگوں کی یہ محنتیں محدود مدت کے لئے ... ہیں ورنہ وہ معاشرہ کے دشمن ہوتے ہیں انسان دشمن ہونے کی نسبت وہ کوئی موقعہ ضائع نہیں ... جب فرصت ملے تو اپنی باطنی خباثت کے اظہار کیے ہوئے بغیر نہیں رہتے بالواسطی طور پر ... کوئی ایذا رسانی کا موقعہ ہاتھ آئے تو کر کے دکھاتے ہیں حیوانات اور زراعت کو بھی معاف ... کرتے راستہ پر جاتے ہوئے بھی کبھی فصل کو آگ لگاتے ہیں اور کبھی بے زبان مخلوق پر ہاتھ ... مار دیتے ہیں۔ایسے لوگوں کو اگر کہیں خوف خدا رکھنے کی دعوت دی جائے تو باز رہنے کی بجا ... نام نہاد حمیت کی وجہ سے گناہ پر اتر آتے ہیں معاشرہ کے ایسے دشمنوں کے لئے جہنم کے سوا اور ... جگہ مناسب نہیں۔

... مقابلہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جان کا نذرانہ بھی پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتے جن کی زندگی کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خیرخواہی ہے۔وہ رات دن ... کے لئے سوچتے ہیں جن لوگوں کا اتنا پیارا جذبہ ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ان پر بڑا مہربان ہوگا۔

... مفسرین کی رائے ہے کہ یہ تقابلی جائزہ ''اخنس بن شریق'' نامی منافق اور صہیب ، بلال اور ... جیسے مخلصین صحابہ کے درمیان ہے اول الذکر منافق جب دربار نبوی میں حاضر ہوتا ہے تو بڑ ... چالاکی سے پیش آتا لیکن جب باہر نکلتا تو مسلمانوں کے خلاف کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا ... انہیں مسلمانوں کی فصل اور زراعت پر نظر پڑتی تو اس سے آگ لگاتے اگر راستہ پر اونٹنی مل جاتی ... اس کو زخمی کرتے ایسے لوگ مصنوعی حمیت اور دنیوی غیرت کے لئے کسی گناہ سے منہ نہیں مو ... تے جبکہ اس کے مقابلہ میں بلال ؓ، صہیب ؓ اور خباب ؓ جیسے صحابہ کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ... اور مخلوق کی خیرخواہی ہوتی ہے وہ دنیا میں جو قدم اٹھاتے ہیں اس میں یہی جذبہ کارفرما ہو ... ہے۔ممکن ہے قرآن کے نزول کے وقت اس تقابلی جائزے کا مصداق یہی لوگ تھے لیکن یہ

ضروری نہیں کہ یہ آیات صرف ان کے ساتھ خاص ہوں ہر وقت معاشرہ میں ایسے دو غلے
جذبات رکھنے والے ملتے رہتے ہیں اور انسانی معاشرہ ان سے خالی نہیں ہوتا آج بھی معاشرہ میں
اگر ایک طرف نام نہاد روشن خیالی کے حوالہ سے علماء، طلباء اور درد دین رکھنے والے عام مسلمانوں
کو اذیت رسانی کا کوئی موقعہ بعض لوگ ضائع نہیں کرتے ہیں بالذات یا بالواسطہ طور پر جہاں کہیں
سے ہو دیندار طبقہ کو مجبور کر کے اسلام کے مقدس اور زریں اصول سے وابستگی صرف ذات تک
محدود رہے اور معاشرتی زندگی میں مادر پدر آزاد معاشرہ کے لئے فضا ہموار رہے لیکن اس کے
مقابلہ میں سرفروشان اسلام کے لئے ایسے پیروکار بھی ملتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ
سے وابستگی اپنی زندگی کا گرانقدر سرمایہ سمجھتے ہیں اور قیامت تک یہ ماجرا جاری رہیگا۔ کیونکہ یہ
حقیقت رحمانی اور شیطانی قوتوں کے باہمی تصادم کے مظاہر ہیں جن کی شکل بدلتی رہتی ہے دونوں
قوتیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں متحرک رہتی ہیں۔ جو بھی ہو عارضی طور پر حالات جو بھی رخ
اختیار کرے کر سکتے ہیں لیکن بہتر انجام ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے
رسول ﷺ سے تعلق اپنی سعادت سمجھتے ہیں

یا ایها الـذین ا منوا ادخلوا فی السلم کا فة و لا تتبعوا خطوٰات الشیطٰن انه لکم
عـدو مبین .فان زللتم من بعد ما جا ء تکم البینٰت فا علموا انّ الله عزیزٌ حکیمٌ
.هـل ینـظـرون الا ان یـأتیهـم الله فی ظلل من الغمام و الملا ئکه وقضی الامر
والیٰ الله تر جع الامور .

ترجمہ:

اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ رکھو وہ تمہارا
صریح دشمن ہے اتنی واضح نشانیاں آنے کے بعد بھی اگر تم نے لغزش کھائی تو یقین جانو اللہ تعالیٰ
غالب اور حکمت والا ہے۔ کیا یہ لوگ اس انتظار میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ابر کے سائبانوں میں فر
شتوں کے ساتھ ان کے سامنے خود آئے اور قصہ تمام ہو۔ یہ تو ہو کے رہیگا کہ اللہ تعالیٰ کے دربار

میں سب امور پیش ہونگے۔

ان آیات میں ایمان والوں کو ثابت قدمی کا درس دیا جا رہا ہے کہ تمہیں اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں عملی طور پر کر
کے دکھانا ہے کیونکہ اسلام کسی انسان کا شخصی معاملہ نہیں کہ باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق
جوڑے اور معاشرتی زندگی میں بے فکر رہے بلکہ اعتقادیات کے علاوہ اخلاقیات، معاملات اور
سیاسیات کا میدان بھی اسلام کے زریں اصول اور دینی اقدار کے غلبہ سے مزین ہونا چاہیئے کیونکہ
اسلام ہر میدان میں انسان کی رہبری کرتا ہے اس لئے کسی شخص کا اسلام اس وقت مکمل کہا جائیگا
جب ایک انسان مکمل طور پر اس میں داخل ہو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر معاشرتی زندگی میں اللہ اور اس
کے رسول کے خلاف چلنا درحقیقت شیطان کی رفاقت کی دلیل ہے۔ شیطان تو انسان کا کھلا دشمن
ہے ایسے واضح دشمن سے جان نہ بچانا بڑی بے وقوفی ہے۔ قرآن نے مزید جلالی انداز بیان اختیار
کرتے ہوئے دھمکی دی، اتنے واضح دلائل اور صریح نشانیوں کے باوجود اگر مسلمان اپنی منزل کی
تعین کرنے میں ناکام رہے پھر اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے بچنے کے لئے اس کے پاس پناہ کی
جگہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور اس کا ہر فعل حکمت سے خالی نہیں۔ کیا یہ لوگ
ابھی بھی اسکے انتظار میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود ان کے پاس آئینگے اور یا فرشتے اللہ تعالیٰ کا پیغام ان
کے نام لائینگے اگر ایسی صورت ہو شاید یہ ان کے لئے مشکل ثابت نہ ہو کیونکہ ایسے وقت پھر
عذاب خداوندی کا نزول ہوتا ہے جس سے کسی کا بچنا مشکل ہے

ان آیات میں یا تو عام دشمنان اسلام کے لئے تخویف ہے اور یا یہود کے نظریات اور عقائد
کو سامنے رکھتے ہوئے انداز بیان اختیار کیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے نزول کے لئے بادل
کے سائبان اور دائیں بائیں فرشتوں کا جمگٹا ضروری سمجھتے تھے تا کہ یہ لوگ سمجھ سکیں ورنہ اللہ تعالیٰ
کی ذات ہر جگہ حاضر و ناظر ہے آنا جانا، اترنا چھڑنا اور یا اِدھر اُدھر ہونا ایسی صفتیں ہیں جن کا تعلق
زیادہ تر جسم سے ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے منزہ ہے اور یہی وجہ ہے بعض مفسرین کے

نزدیک یہ ایت متشابہات میں سے ہے۔

بہر حال قرآن سمجھانے کے لئے معاشرتی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے خطاب کر رہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے ہر قسم کی نشانیاں کھول کر رکھی ہیں انسان کو عقل دیکر سمجھنے کا بہترین موقع فراہم کیا ہے اس کے باوجود بھی ان ایات اور نشانیوں سے استفادہ نہ کرنا انسان کی نا سمجھی کی دلیل ہے تعنت کی وجہ سے کبھی ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ سے ذاتی طور پر یا فرشتوں کے ذریعے ہم کلامی کا مطالبہ ہوتا ہے جیسا کہ یہود عموماً کہا کرتے تھے ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائینگے جب تک اللہ تعالیٰ سے ذاتی طور پر ہم کلامی نہ ہوں لیکن قرآن نے واضح کیا کہ ایسے مواقع پر ایمان لانا مفید نہیں رہتا وہ تو مجبوری کا ماننا ہوتا ہے جبکہ ایمان برضا ورغبت اللہ تعالیٰ کے ماننے اور اس کے رسول کے احکام کی پیروی کا نام ہے۔ خدا نہ کرے کہ ایسے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اترے جو یقیناً ان کے حق میں مہنگا ثابت ہوگا۔

نفس کی معرفت

نفس کی معرفت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی۔
جب تک قرآن میں تدبر و تفکر نہ کیا جائے۔
حدیث نبویؐ

امام ابوحنیفہ کے فقہی اصول وقواعد اور ان کی خصوصیات

محمد عبدالقیوم ہزاروی

"ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم"

ترجمہ: اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع کرتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں۔

فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ اسلامی احکام کا محور صرف پانچ امور انسان کا نفس، دین، عقل، مال اور نسل ہیں (۳) چونکہ انسان کی دنیاوی واخروی حیات اور اس کی بقاء کا مدار یہ پانچ چیزیں ہیں۔ اس لئے ان پانچ امور کے مصالح و مفاسد کے حصول ورفع کو ہی مقاصد احکام شرعیہ قرار دیا گیا ہے۔ لہذا فقہاء کرام نے اسلامی احکام کے انہی مقاصد و مصالح کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور مذکورہ پانچ امور کے بنیادی تقاضوں کو ضرورت، ان کے تحفظ سے متعلقہ امور کو حاجت، اور ان کے مناسبات کو مصالح سے تعبیر فرمایا، تو ظاہر ہے کہ انسانی ضروریات، حاجات اور مصالح سے فطرت انسانی متعین ہوں گے، چونکہ اسلام نے انسانی فطرت کے موافق نظام پیش کیا ہے۔ اس لئے اسلام کو دین فطرت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ اسلام کے اجتہادی اصول وقواعد میں بھی انسانی فطرت کی پاسداری ہو، لہذا اجتہادی اصول انسانی فطرت کے جتنے قریب ہوں گے اتنے ہی مقاصد سرع کے پاسدار، اور انسان کے لئے آسانی اور وسعت کے حامل ہوں گے۔ چنانچہ حنفی اصولوں کی یہی خصوصیات ہیں۔

مقاصد شرع کی پاسداری:

چونکہ احکام شرعیہ کے بنیادی مقاصد، انسانی فلاح اور اس کے مصالح کا حصول اور اس سے ضرر و فساد کا خاتمہ ہے، لہذا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اصول فقہ کی تعریف میں انہی مقاصد کو بنیاد بنایا۔ چنانچہ آپ نے اصول فقہ کا مفہوم دوسرے آئمہ کرام کے پیش کردہ مفاہیم کی نسبت زیادہ وسیع پیش کیا۔ دیگر آئمہ نے صرف احکام فرعیہ شرعیہ کو ہی اصول فقہ کی تعریف میں

Scanned with CamScanner

شامل کیا جبکہ امام صاحب نے معرفة النفس مالها وما عليها پر اصول فقہ کی بنیاد رکھی ہے۔ لہذا دیگر آئمہ کے اصول، انسان کے ظاہری افعال اور احکام کو محیط ہیں۔ جبکہ امام صاحب کے اصول انسان کے نفسیاتی امور اور احوال کو بھی شامل ہیں۔ اسی طرح دیگر آئمہ نے احکام میں صرف پانچ امور کو شامل کیا ہے۔ جبکہ امام کی تعریف مالها وما عليها کے مراتب سے اس کے اقسام زیادہ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دیگر آئمہ کے نزدیک اباحت شرعیہ کے حکم کو تسلیم نہیں کیا گیا جبکہ امام ابوحنیفہ کی تعریف کے مطابق اباحت اصلیہ اور اباحت شرعیہ کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ جس طرح کہ دیگر آئمہ کے نزدیک فرض اور واجب میں فرق نہیں مگر امام صاحب نے ان دونوں میں فرق واضح کر کے واجب کو علیحدہ حکم قرار دیا ہے۔

امام صاحب کی تعریف اعتقادی امور کو بھی شامل ہے۔ جبکہ دیگر آئمہ کی تعریف سے یہ خارج ہیں۔ اسی طرح دیگر آئمہ کے اصول کا تعلق عام طور پر عبادات و معاملات اور مناکحات وغیرہ ۔۔۔ جبکہ امام صاحب کے اصول کا تعلق مذکورہ امور کے طرح سیاست مدینہ اور احکام سلطانیہ بلکہ اس سے بڑھ کر بین الاقوامی امور سے بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں حکومت خواہ کسی بھی مسلک سے متعلق رہی ہو۔ مگر احکام سلطانیہ اور سیاسی امور میں ہر اسلامی حکومت نے فقہ حنفی ہی کو اپنایا ہے۔

اس کے علاوہ معاشرتی زندگی میں رسم و رواج، ضرورت اور حاجت، عام انسانوں کی سہولت اور اجتماعیت کو فقہ حنفی میں خصوصی اہمیت حاصل ہے بلکہ یہ امور اصول وقواعد میں شامل ہیں۔ چنانچہ استحسان کی بنیاد انہی امور پر ہے اس لئے عرف اور تعامل الناس کو بھی احکام کی بنیاد قرار دیا گیا ہے اور ہر مسلمان کے قول و فعل کو ایک حد تک تحفظ دیا گیا ہے۔ حنفی اصولوں کے تحت حلال وحرام میں ترمیم سے بچتے ہوئے باقی احکام میں حتی الامکان عوام کی موافقت، سہولت اور ان کی اجتماعیت کو ترجیح دی جائے گی۔ بلکہ عامة المسلمین کے معاملات کو اس وقت تک درست قرار دیا جائے گا جب تک ممانعت پر کوئی شرعی دلیل متحقق نہ ہو۔

اسی خصوصیت کی بناء پر آئمہ اسلاف کی متفقہ رائے ہے کہ عوام کے لئے رفق وشفقت ہی ابوحنیفہ کی فقہ ہے۔ امام شعرانی شافعی ہونے کے باوجود فرماتے ہیں کہ عوام الناس کو امام ابوحنیفہ کے وجود پر اللہ تعالیٰ کا شکرگزار ہونا چاہیے کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے لئے وسیع گنجائش پیدا کی ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں اجتہادی اصولوں میں عوام کی ضرورت اور ان کے تعامل کو پیش نظر رکھنے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے مختلف اطراف سے تعلق رکھنے والے اپنے تلامذہ کی بڑی تعداد کو اپنی مجلس میں حاضری کا پابند رکھا تھا۔ تاکہ مختلف علاقوں کا سفر کرتے رہے اور وہاں کے عرف اور تعامل سے آگاہ تھے، اس مجلس میں قواعد کے تحت جب استخراج اور استنباط کے لئے بحث ہوتی تو امام صاحب تعامل الناس کی بناء پر جب کوئی استحسانی فیصلہ فرماتے تو تلامذہ کی بحث ختم ہوجاتی۔

فطرت کا لحاظ:

امام صاحب ایسے مسائل جہاں روایات مختلف ہوں یا کوئی نص نہ ہو تو عام طور پر وہاں پر فطری تقاضے کو وجہ ترجیح قرار دیتے ہیں، مثلاً مسواک کے متعلق ''عند کل صلوۃ'' کی روایت کے مقابلہ عند وضوء کل صلوۃ کو اس لئے ترجیح دیتے ہیں کہ یہ روایت فطری تقاضے کے قریب ہے۔ کیونکہ مسواک فطری طور پر منہ اور دانتوں کی صفائی کے کام آتی ہے جبکہ صفائی طہارت ہے۔ لہذا مسواک وضوء کی سنت ہے۔ بخلاف دیگر آئمہ کے کہ وہ مسواک کو نماز کی سنت قرار دیتے ہیں۔ نماز میں قیام کے دوران ہاتھ زیر ناف، فوق ناف یا تحت صدر رہنے سے تعلق روایات میں سے زیر ناف ہاتھ باندھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ انسانی فطرت کی بھی تعظیم کے موقع پر ہاتھوں کو مکمل کھلا چھوڑ کر زیر ناف رکھتا ہے۔ یوں ہی مطلقہ بائنہ کے نفقہ اور سکنی کے مسئلہ میں دیگر آئمہ کے مسلک کے خلاف اس کے لئے نفقہ اور سکنی دونوں کو واجب فرماتے ہیں۔ کیونکہ یہ فطری تقاضا ہے کہ اپنے حق میں پابند کرنے والا پابند شخص کی ضروریات کا کفیل ہوتا ہے۔ اور یوں ہی مغرب میں شفق کا مسئلہ کہ کیا یہ سرخی کا نام ہے یا سفیدی کا جس کے ختم ہونے پر مغرب کا وقت ختم ہوجاتا ہے

۔تو یہاں بھی سورج کے فطری نظام کو پیش نظر رکھتے ہوئے احناف نے شفق بمعنی سفیدی کو ترجیح دی ہے ۔ کیونکہ سورج کے غروب اور طلوع کے مراحل مساوی ہیں ۔اگر چہ ایک دوسرے کے برعکس ہیں یعنی طلوع کے جو مراحل طلوع شمس سے پہلے ہیں وہ مغرب میں غروب کے بعد ہوتے ہیں۔

طلوع میں بیاض صادق، اور اس کے بعد سرخی پھر طلوع ہے ادھر غروب اس کے بعد سرخی پھر بیاض ہے۔ چونکہ سورج کے فطری نظام میں بیاض صادق فجر کے وقت میں شمار ہے اور لیل سے خارج ہوگا۔ لہذا غروب کا بیاض بھی مغرب کے وقت میں شمار اور لیل سے خارج ہوگا۔ جبکہ دیگر آئمہ نے شفق سے مراد سرخی لے کر بیاض کو عشاء کے وقت میں داخل کر دیا۔

نص کے اطلاق کی پابندی:

چونکہ نص، کلام حکیم ہے۔ اس لئے اس کے اطلاق کی حکمت کو محفوظ رکھا جائے گا اور اس سے ادنی کسی دوسری دلیل سے مقید نہ کیا جائے گا اور قرآن کی مطلق نصوص کو حدیث کے بیان سے مقید نہ کیا جائے گا۔ مثلاً رضاعت کا مسئلہ کہ اس کے اثبات کے لئے مصتان (دو چوسے) پانچ چوسے یا بچے کے حلق میں مطلقا دودھ کا اترنا اثبات رضاعت کے لئے کافی ہے اور اس سے رضاعت کا حکم یعنی حرمت رضاعت ہو جائے گی، اگر چہ احادیث میں دو یا پانچ چوسوں کا ذکر ہے مگر چونکہ قرآن میں مطلق رضاعت پر حرمت کو ذکر کیا گیا ہے۔ لہذا قرآن کے اطلاق پر عمل کیا جائے گا۔ یوں ہی ایک کی موجودگی میں دوسری بیوی سے نکاح پر نئی بیوی کو خصوصی رعایت کے مسئلہ میں حدیث شریف میں ہے کہ نئی بیوی کو اگر باکرہ ہو تو سات دن اور اگر ثیبہ ہو تو تین دن کا خصوصی حق ہوگا، یہ دن سابق بیوی کی باری سے زائد ہوں گے، جبکہ قرآن مجید میں بیویوں کے متعلق عدل کا حکم مطلق ہے۔ لہذا اس اطلاق کو حدیث کی وجہ سے تبدیل نہ کیا جائے گا اور نئی دلہن کو ابتدا جتنے بھی دن دیئے جائیں گے اتنے دن دوسری بیویوں کو بھی دیئے جائیں گے تاکہ قرآن کا اطلاق بحال رہے۔

جامعیت: (یعنی ضابطے کا اپنی تمام جزئیات پر برابر منطبق ہونا) احناف کا اصول ہے کہ اگر نص کے معانی یا روایات متعدد ہوں۔ تو اس کا وہ معنی یا روایت قابل ترجیح ہوگی۔ جس میں جامعیت ہو مثلاً قرأت خلف الامام کے متعلق وہ روایت قابل ترجیح ہوگی۔ جس میں جامعیت ہو، مثلاً قرأت خلف الامام کے متعلق دو روایات ہیں، ایک **لا صلوۃ الابفاتحة الکتاب**'' اور دوسری ''**من کان له امام فقراءة الامام له قراة** '' اگر مقتدی کے لئے پہلی روایت پر عمل مانا جائے تو جامعیت نہ ہوگی کیونکہ مقتدی جہری نماز میں جب فاتحہ کے اختتام یا رکوع میں امام کی اقتداء میں داخل ہوا تو اس کو فاتحہ پڑھنا ممکن نہیں، لہذا یہ مقتدی ہے مگر ''**لا صلوۃ الابفاتحة الکتاب**'' والے حکم سے خارج رہا۔ لہذا یہ حکم مقتدی کے ہر فرد کو شامل نہ ہوا، لیکن مقتدی کو دوسری روایت میں داخل کیا جائے تو وہ حکم جامع رہتا ہے، کہ مقتدی کے ہر فرد، ابتداء، درمیان فاتحہ یا رکوع میں شامل ہونے والے تمام افراد کو جامع ہے۔ لہذا مقتدی کے لئے دوسری روایت کو ترجیح ہوگی۔ یوں ہی، مزابنہ اور محاقلہ یعنی پودے پر موجود پھل یا غلے کو اندازاً خشک پھل یا غلہ کی مقررہ اور معینہ مقدار کے عوض فروخت کرنا، ربو یا شبہ ربو کی وجہ سے حرام ہے، کیونکہ ہم جنس غلہ کی بیع میں کمی بیشی جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں مزابنہ اور محاقلہ کی حرمت میں سے عرایا کو مستثنے کیا گیا ہے عرایا کی تفسیر میں امام مالک اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کی تفسیر کے مطابق عرایا بعینہ مزابنہ کی صورت ہے۔ جس کو امام مالک کی رائے میں دفع حرج اور امام شافعی کی رائے میں حاجی کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ کی تفسیر کے مطابق عرایا، مزابنہ سے الگ دوسری چیز ہے کہ باغ کا مالک کسی حاجت مند کو اکی دو درختوں کا پھل ہبہ کرتا ہے۔ کہ ان پر تازہ پھل تمہارا ہے۔ پھر کسی وجہ سے مالک اس کو کہتا ہے کہ میں نے جو پھل تمہیں ہبہ کئے تھے وہ میں واپس لیتا ہوں، اس پھل کا اندازہ کرلو، اس کے بدلے مجھ سے اتنا تیار پھل لے لو، اس تفسیر کے مطابق یہ ہبہ قبل از قبض واپس لے کر بدلہ میں دوسرا ہبہ دیا جا رہا ہے

Scanned with CamScanner

۔لہذا ہبہ کے عوض دوسرا ہبہ ہے۔ یہ بیع نہیں ہے۔ پھر پہلے ہبہ پر موہوب لہ کا ابھی قبضہ نہیں ہوا تا کہ واپس لینے میں کراہت ہو۔ کیونکہ پھل ابھی مالک کے درخت پر ہے۔ بعض روایات میں صورتا بیع العرایا کہا گیا ہے۔ جبکہ باقی آئمہ کی تفسیر میں عرایا حقیقی بیع ہے۔ جو کہ مزابنہ کی صورت ہے۔ اس کو محض حاجت یا حرج کی بناء پر مزابنہ کی حرمت سے مستثنے کیا گیا، غرض یہ کہ امام صاحب نے مزابنہ کی حرمت کو جامع رکھا جس کا ہر فرد حرام ہے۔ اس کی جامعیت کو برقرار رکھتے ہوئے عرایا کی ایسی تفسیر فرمائی کہ مزابنہ کی حرمت پر اثر انداز نہ ہو۔

یوں ہی امام صاحب کا مزارعت کے بارے موقف بالکل منفرد ہے۔ ان کے ہاں مزارعت کی کوئی صورت جائز نہیں ہے۔ جبکہ باقی تمام آئمہ مزارعت کو مطلقا یا مساقاۃ کے تابع قرار دے کر جائز مانتے ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ مزارعت میں بدل مجہول ہے۔ تمام آئمہ نے عقد معاوضہ میں بدل مجہول کو فاسد کہا ہے۔ لہذا اس قاعدہ کے مطابق مزارعت فاسد ہونی چاہیے، لیکن باقی آئمہ نے اس فساد کے باوجود مزارعت کو جائز مانا ہے۔ انھوں نے اس کے جواز کی دلیل خیبر کے واقعہ کو قرار دیا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے یہود خیبر کے ساتھ یہ معاملہ کیا تھا لہذا اس واقعہ کی بناء پر خلاف قاعدہ مزارعت جائز ہے۔ امام صاحب کا موقف یہ ہے کہ بدل مجہول کی وجہ سے فساد کا قاعدہ جامع ہے لہذا مزارعت نا جائز ہے۔ باقی خیبر کا معاملہ تو وہ مزارعت نہیں تھا۔ بلکہ فتح خیبر کے بعد وہاں یہودی کو ذمی قرار دیا گیا تھا۔ ان سے نقد جزیہ کی بجائے فصل کی شکل میں جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ کیونکہ ان سے جزیہ کی وصولی قرآنی حکم کے مطابق ضروری تھی جبکہ فصلانہ کے علاوہ ان سے اور کوئی جزیہ وصول کرنے کا ثبوت نہیں ہے اور پھر خیبر کے معاملہ کو مزارعت پر محمول کرنا یوں بھی غلط ہے کہ خیبر والوں سے مزارعت کی کوئی مدت طے نہ کی گئی تھی۔ کیونکہ ان سے معاہدہ یہ ہوا تھا کہ ہم جب چاہیں گے تمہیں یہاں سے نکال دیں گے، حالانکہ مزارعت کو جائز کہنے والوں کے ہاں بھی مزرعت کے لئے مدت کا تعین ضروری ہے کیونکہ مدت مجہول اور غیر معین ہو تو ہر قسم کا اجارہ فاسد ہوتا ہے۔ چونکہ مزارعت بھی زمین کا

اجارہ ہے، جو مدت مجہول ہونے کی وجہ سے فاسد ہوگا۔ لہذا ان کے اس مسلمہ قاعدہ پر بھی خیبر کا معاملہ مزارعت نہیں بن سکتا۔ غرضیکہ امام صاحب کے ہاں یہ قاعدہ کہ مدت مجہول و بدل مجہول موجب فساد ہے، جامع رہے گا۔ اس کی جامعیت کو باقی رکھتے ہوئے امام صاحب نے خیبر کے معاملہ کی ایسی توجیہ بیان فرمائیں کہ قاعدہ کی جامعیت پر حرف نہیں آیا جبکہ دیگر آئمہ کے ہاں جو توجیہ ہے وہ قاعدہ کو مجروح کرتی ہے۔

عوام الناس کے لئے آسانی اور وسعت:

حنفی اصولوں کی بنیاد ہی اس امر پر ہے۔ کہ عوام کو شدت اور تنگی سے بچایا جائے اور ان کے لئے آسانی کی گنجائش پیدا کی جائے، چنانچہ شرعی احکام میں فرض وحرام یہ دو ایسے حکم ہیں جن میں پابندی کے لئے شدت اور سختی ہے۔ مثلاً فرض کا انکار کفر اور اس کا ترک موجب فسق ہے۔ اسی طرح حرام کو جائز قرار دینا کفر اور اس کرنا موجب فسق ہے۔ اب اگر فرض وحرام کا دائرہ وسیع ہو تو عوام کے لئے حرج اور تنگی کا دائرہ وسیع ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ کو عوام کے لئے یسر پسند اور عسر ناپسند ہے۔ "یریداللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" (اللہ تعالیٰ تمہارے لئے یسر کو پسند اور عسر کو ناپسند ہے)

اسی لئے امام صاحب نے فرض اور حرام کی تعریفات میں سخت قیود لگا کر ان کا دائرہ اور تعداد کم سے کم کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ کے نزدیک فرض وحرام کا اثبات ایسی نص سے ہوگا جو ثبوت اور دلالت دونوں طرح قطعی ہو اور اگر کوئی نص اس معیار پر نہ ہو مثلاً قطعی الثبوت ہو مگر قطعی الدلالت نہ ہو یا اس کے برعکس ہو، یا ثبوت اور دلالت دونوں میں قطعی نہ ہو تو ایسی نصوص سے فرض یا حرام ثابت نہ ہو سکے گا۔

جبکہ دیگر آئمہ کرام کے نزدیک فرض اور حرام کے لئے یہ سخت شرائط نہیں ہیں بس جس کے نتیجے میں دیگر آئمہ کے ہاں فرائض ومحرمات کی تعداد زیادہ ہوگی مگر امام ابوحنیفہ کے ہاں ہر شعبہ زندگی میں عام طور پر فرائض ومحرمات کی تعداد کم ہوگی جس سے عوام الناس کو سہولت اور آسانی

Scanned with CamScanner

حاصل ہوگی اور نصوص کے ثبوت یا دلالت میں شبہ کا فائدہ عوام اور مکلفین کو حاصل ہوگا اور یوں ان کے لئے کفر اور فسق کے مواقع اور ذرائع کم ہو گئے۔ اسی طرح آپ کے وضع کردہ دیگر اصولوں کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو ان میں بھی عوام پر شفقت کا پہلو نمایاں نظر آئے گا مثلاً فرض کی ادائیگی کے اصول میں آپ کے نزدیک جو سہولت اور آسانی ہے وہ دیگر آئمہ کرام کے ہاں نہیں ہے۔ کیونکہ حنفی اصول کے تحت مامور بہ کے اطلاق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس پر عمل کر لینا فرض کی ادائیگی کے لئے کافی ہے مثلاً نماز میں رکوع یا سجدہ کو ادا کرنے میں رکوع کے لئے منہ کے بل جھک جانا اور سجدہ کے لئے زمین پر پیشانی کا لگا دینا کافی ہے۔ کیونکہ قرآن میں رکوع اور سجدہ کا ذکر مطلق ہے اور اس میں کسی مزید قید کا ذکر نہیں ہے۔ لہذا ارکعوا اور سجدوا کو ادا کرنے کے لئے رکوع وسجدہ کے معنی کا مطلقاً تحقق، فرض ادا کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس سے زائد مثلاً طمانیت یا اعتدال یا کسی اور کیفیت کا ذکر نہیں ہے۔ لہذا سجدہ اور رکوع کی ادائیگی میں یہ زائد امور فرض نہ ہوں گے۔ یوں امام ابوحنیفہ کے ہاں فرض کی ادائیگی میں سہولت اور آسانی ہوگی کیونکہ اطلاق میں وسعت ہے جبکہ تقیید میں عسر اور تنگی ہے۔ حالانکہ دیگر آئمہ کے ہاں رکوع اور سجدہ کے فرض کو ادا کرنے کے لئے طمانیت کو زائد کیفیت فرض ہے۔ جس سے مکلف کو رکوع یا سجدہ کرنے میں دشواری کا سامنا کرنا ہوگا۔

امام صاحب نے نمازوں کے اوقات میں نماز کی ادائیگی کے لئے اسی وقت کو افضل قرار دیا جس میں فطری طور پر انسان کے لئے سہولت ہو چنانچہ دیگر آئمہ کرام کے ہاں مطلقاً ہر نماز میں تعجیل افضل ہے جبکہ امام صاحب کے ہاں موسم، اوقات اور نمازی کے حال کے اختلاف سے فضیلت مختلف ہوتی جائیں گی۔

شخصی آزادی:

امام صاحب کے اجتہادی قواعد میں شخصی آزادی کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ آپ نے ہر پہلو میں شخصی آزادی کا تحفظ فرمایا ہے اور کسی طاقت کی مداخلت کی بجائے آپ شخصیت سازی

...ما اخلاقی احساسات کو اجاگر کرنے کے قائل تھے تاکہ قانونی جبر کی بناء پر بغض وعناد کی فضا پیدا نہ ہو چنانچہ آپ نے عاقل بالغ مرد وعورت کو ولی کی مداخلت کے بغیر نکاح کی اجازت دی ہے جبکہ دیگر آئمہ نے ولی کی مداخلت کو ضروری قرار دیا ہے۔

ولایت نفس:

ولایت نفس کو تحفظ دیتے ہوئے آپ نے حرہ عاقلہ بالغہ لڑکی کو یہ اختیار دیا کہ وہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے۔ جبکہ باقی تمام آئمہ کرام لا نکاح الا بولی کے تحت کسی قریبی مرد ولی کے بغیر ...کو نکاح کا اختیار نہیں دیتے جبکہ امام صاحب کے نزدیک ولی کی یہ پابندی صرف نابالغہ، مجنونہ ...لونڈی کے لئے ہے۔

اسی طرح شادی شدہ لونڈی کے آزاد ہونے پر امام اعظم نے اسے وسیع خیار دیا ہے کہ ...کے دور میں مالک کے کئے ہوئے نکاح کو وہ فسخ کر سکتی ہے۔ خواہ اس کا خاوند حر ہو یا عبد ... جبکہ دیگر آئمہ کرام اس کو یہ اختیار صرف خاوند کے عبد ہونے کی صورت میں وہ یہ اختیار نہیں ...ہے۔

مدبر، مکاتب اور ام ولد کی بیع کو بھی امام صاحب نے اسی لئے ناجائز قرار دیا ہے کہ ان ...مالک کی طرف سے ایک طرح کا استحقاق آزادی حاصل ہو چکا ہے۔ جس کو اب کالعدم نہیں کیا ... جبکہ دیگر آئمہ کرام مدبر کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں جس سے اس کا استحقاق متاثر ہو جاتا ...ہے۔

یوں ہی اگر وصیت کے ذریعے متعدد غلاموں کو مجموعی آزادی کا حق ملتا ہو تو آپ کے نزدیک وہ سب آزاد ہو جائیں گے، اگر ان کی مجموعی قیمت، وصیت کرنے والے کے کل مال کے ...ثلث سے زائد ہو تو ہر ایک سعی کے ذریعہ اپنے حصے کی زائد رقم ورثاء کو ادا کرے گا جبکہ دیگر بعض آئمہ کرام قرعہ اندازی کے ذریعہ بعض کو آزاد اور بعض کو محروم قرار دینے کا اختیار ورثا کو دیتے ہیں جس سے بعض غلام استحقاق حریت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

تحفظ حقوق:

حنفی فقہ میں حقوق کا تحفظ بھی اہم مسئلہ ہے۔ چنانچہ حنفی مذہب میں ''قضا علی الغائب'' کو ناجائز قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس میں غیر حاضر شخص کے حقوق پامال ہونے کا خطرہ ہے جبکہ دیگر آئمہ کرام کے نزدیک ''قضا علی الغائب'' جائز ہے۔ اسی طرح حقوق زوجیت میں قاضی یا حاکم کو اس وقت تک فسخ نکاح کے لئے مداخلت کا اختیار نہیں جب تک نکاح کے بنیادی مقاصد کی ادائیگی کا امکان باقی ہے۔ مگر بعض دیگر آئمہ کرام بعض وقتی شکایت کی بناء پر بھی قاضی کو فسخ نکاح کا اختیار دیتے ہیں۔

ملکیت میں تصرف:

اپنی ملکیت میں تصرف کی آزادی بھی فقہ حنفی کی ایک خصوصیت ہے مثلاً جب کوئی شخص اپنے بلوغ میں کامل ہو جائے مگر اس کے باوجود فضول خرچی سے باز نہیں رہتا۔ دیگر آئمہ کرام کے نزدیک قاضی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اس فضول خرچ لڑکے کو اپنے مال میں تصرف سے محروم (مجبور) کردے، مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک قاضی کو یہ اختیار نہیں کہ بلوغ کامل کے بعد کسی شخص کو اپنے مال میں تصرف سے محروم کردے اگرچہ قاضی کو اس صورت میں دیگر تادیبی کاروائی کا اختیار ہے۔ مگر کسی عاقل بالغ کے حق تصرف کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح دیوالیہ کی صورت میں مقروض کے متعلق بھی دیگر آئمہ کی یہی رائے ہے کہ قاضی اس کو اپنی ملکیت میں تصرف سے محروم کرسکتا ہے مگر امام اعظم کے نزدیک دیوالیہ مقروض کو بھی اپنی ملکیت میں تصرف سے محروم کرنے کا اختیار قاضی کو نہیں ہے، اگرچہ یہاں بھی قاضی کو دیگر کاروائی کی اجازت ہے۔

حریت فکر:

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حریت فکر کے زبردست حامی تھے، ان کا موقف یہ تھا کہ ایک عالم کو آزادی فکر کا حامل اور اپنی سوچ میں آزاد منش ہونا چاہیے۔ اسی لئے آپ کا موقف ہے کہ عالم کو چاہیے کہ وہ حکومت کی ملازمت سے آزاد رہے بلکہ اس کو خلیفہ وقت یا اس کے کسی ماتحت سے کوئی ہدیہ یا وظیفہ وغیرہ قبول نہیں کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ اپنی سوچ و فکر میں آزاد رہ سکے اور کلمہ حق کہنے میں بے باک رہ سکے، چنانچہ آپ نے اپنی زندگی میں حکومت کی طرف سے متعدد پیشکشوں کو ٹھکرا دیا اور اپنی فکری آزادی کے تحفظ میں جان تک قربان کردی۔

عرف وتعامل الناس:

امام اعظم نے انسان کے قول وفعل کو ایک حد تک قانونی تحفظ دیتے ہوئے عرف اور تعامل کو بھی احکام کی بنیاد قرار دیا تاکہ انسانی احترام کے پیش نظر اس کے وضع کردہ امور کو مہمل ہونے سے بچایا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ حنفی اصولوں کے تحت حلال وحرام میں ترمیم سے بچتے ہوئے حتی الامکان عامۃ الناس کے معاملات کو درست قرار دیا گیا ہے بلکہ ان امور میں اس حد تک عوام کی موافقت کی جائے گی جب تک ان کی ممانعت پر کوئی شرعی دلیل متحقق نہ ہو۔

عرف وتعامل کے اعتبار سے جہاں احناف کے ہاں بہت سے معاشرتی مسائل حل ہوتے ہیں۔ وہاں اس سے انسانی قدروں کے احترام کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے انسان من حیث الانسان مسلمان ہو یا کافر، عالم ہو یا جاہل کے قول وفعل کو تحفظ اور مجموعی انسانی معاشرے کو معاشرتی امور میں ایک طرح سے مقنن کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

احترام انسانیت دستور ہے:

امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احترام انسانیت کو دستور قرار دیتے ہوئے اہم فیصلے فرمائے۔ حرہ عورت کے مہر کے مسئلہ میں دیگر آئمہ کے برخلاف آپ کا خصوصی موقف یہ ہے کہ اس کے مہر کا گراں قدر ہونا شرعی حق ہے جس میں کسی انسان کو بلکہ خود عورت کو بھی مداخلت کا اختیار نہیں، لہذا کسی ولی یا خود عورت کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بغیر مہر یا شرعی مقدار سے کم یا مہر میں مال کے بغیر کسی اور شرط پر نکاح کر سکے۔ کیونکہ انسانی جز یا حصہ سے انتفاع یا اس کا استعمال احترام انسانیت کے منافی ہے۔

لیکن خود خالق و مالک نے نکاح کی صورت میں انسانی جزو سے انتفاع کی اجازت بعض ضروری مقاصد کے لے دی ہے جو کہ ایک استثنائی صورت ہے۔ جس کو مالی معاوضہ کے ساتھ مختص کر دیا گیا ہے۔ لہذا یہ استثنائی صورت اپنی خصوصیات کے بغیر متحقق نہ ہوگی، ورنہ احترام انسانیت کے دستور کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ اسی قاعدہ کی بناء پر آپ نے چوری میں قطع ید کو بھی گراں قدر مال کی چوری سے مشروط کیا ہے۔

ورنہ معمولی مال کی چوری پر قطع ید انسانی احترام کے منافی ہے۔ کرامت انسانی کو دستور قرار دیتے ہوئے آپ نے جہاد میں گھوڑے کی شرکت پر غنیمت میں سے گھوڑے کے لئے مجاہد کے مقابلے میں دوگنا حصہ کی مخالفت فرماتے ہوئے فرمایا کہ انسان کے مقابلہ میں حیوان کو کسی بھی صورت میں اعزاز نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ اس سے انسانی احترام واکرام کا دستور متاثر ہوتا ہے

مذکورہ بالا وہ مسائل ہیں۔ جن کو تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری میں اقوام عالم نے اہمیت دی ہے جبکہ امام ابوحنیفہ نے تیرہ سو سال قبل ہی ان کی اہمیت کو واضح فرمادیا تھا۔ اسی طرح آپ نے ان ممکنہ مسائل کے لئے بھی ضابطے وضع فرمادیئے جن کا وجود آپ کے زمانہ بلکہ بعد تک بھی نہیں تھا، تاکہ مستقبل میں پیدا ہونے والے مسائل کو ان ضوابط کے تحت حل کرایا جائے، چنانچہ فرضی جزئیات کی بنیاد پر اصول وضع کرنے کے بارے میں جب امام صاحب سے سوال کیا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسے مسائل کا وجود نہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہم ابتلاء اور تکلیف کے وقوع سے قبل ہی اس کا حل پیش کر دینا چاہتے ہیں۔

فقہ حنفی کی اس وسعت کے پیش نظر یہ دعوی مبنی برحقیقت ہے کہ قیامت تک پیدا ہونے والے مسائل کا حل فقہ حنفی میں موجود ہے۔

دارالافتاء

آپ کے سوالات کے جوابات

مفتی غلام الرحمن

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین

...حدود میں کمی واقع ہو اور سابقہ شہر کا کوئی محلہ شہر جدید سے الگ ہو جائے تو قصر کے لئے اس
...محلے کو عبور کرنا بھی ضروری ہے یا نہیں؟

...كانت المحلة بعيدة من المصر و كانت قبل ذلك متصلة بالمصر فانه لا
...حتى يجاوز تلك المحلة ويخلف دورها﴾

...تار خانيه : ۲/۷) (بحر : ۲ / ۲۲۶)

...کے پھیلاؤ میں اضافہ واقع ہو اور شہر سے کافی دور کی وہ آبادیاں جو پہلے شہر کے تابع نہ تھیں
...مستقل آبادیاں تھیں مثلاً

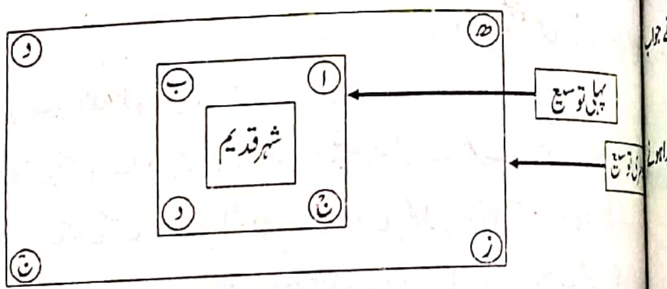

...ب، ج، د، ھ، و، ز ح یہ وہ آبادیاں ہیں۔ جو پہلے مستقل تھیں اور شہر کے تابع نہ تھیں۔ لیکن اب
...شہر کے پھیلاؤ کی وجہ سے داخل شہر ہو گئیں۔ شہر جدید تقریباً سات بڑے بڑے اضلاع پر مشتمل
ہے۔ ہر ضلع کا بلدیاتی نظام دوسرے سے الگ ہے۔ اور ہر ضلع میں مختلف بستیاں، کالونیاں اور

محلے ہیں۔ شہر قدیم کا رہائشی کب مسافر شمار ہوگا اپنے محلے سے نکلنے کے بعد، ضلع سے نکلنے کے بعد، شہر قدیم سے نکلنے کے بعد، شہر کی پہلی نئی حدود کے بعد یا شہر کی جدید حدود سے نکلنے کے بعد، جب کہ شہر قدیم کے رہائشی اور شہر کی نئی حدود کے درمیان ۵۰ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔

نیز مقام ز، و، ھ، ب، د وغیرہ والے جب شہر قدیم جانا چاہتے ہیں۔ تو اس کے لئے درج ذیل الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ہم شہر جا رہے ہیں، ہم شہر سے آ رہے ہیں، اسی طرح شہر قدیم اور ا، ب، ج، د، ھ وغیرہ کے درمیان بڑی ندیاں اور خالی زمینیں بھی تھیں۔ جن پر پل بن گیا اور وہ ندیاں فقہی اعتبار سے شہر کو غیر شہر سے جدا کرنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ اب وہ ندیاں اور خالی زمینیں بھی شہر کی نئی اور جدید توسیع کے بعد شہر کے وسط کے قریب ہیں۔

شہر کا یہی پھیلاؤ جاری رہا اور شہر دوسرے شہر کی آبادی سے مل گیا۔ روڈ کے اس طرف ایک شہر اور دوسری طرف دوسرا شہر۔ ایسی صورت میں دونوں کو ایک شہر کہا جائے گا یا دونوں الگ الگ شہر ہوں گے؟

امید ہے کہ مذکورہ سوالات کے مدلل اور تشفی جوابات دیکر مشکور فرمائیں گے۔

جزاکم اللہ خیراً

المستفتی: ضیاء الرحمن

فاضل و متخصص جامعہ فاروقیہ کراچی

الجواب وباللہ التوفیق

مصر یا قریہ جس سے اردو میں شہر یا گاؤں سے تعبیر ہوتی ہے۔ عرف کے حوالہ سے اس کے لئے کوئی خاص تحدید نہیں۔ اور نہ معاشرتی حوالہ سے اس پر کوئی پابندی ہے۔ کہ اتنی آبادی تک ایک شہر رہے گا۔ اور اس سے زائد آبادی پر دوسرا شہر شمار ہوگا۔ دنیا کے بڑے بڑے شہروں کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ رقبہ یا آبادی کے حوالہ سے شہروں میں یکسانیت اور ہم آہنگی ضروری ہے۔ شہر کی حدود کے تعین میں فعال کردار عرف کا ہے۔ بسا اوقات قریب کی آبادی

رسم و رواج اور معاشرتی حالات کی وجہ سے دو حصوں میں بٹ جاتی ہے۔ اور ہر ایک حصہ شکل نام اختیار کر کے دونوں الگ الگ شہر شمار ہوتے ہیں۔ اور کبھی آبادی کے درمیان خالی زمینیں یا بڑے بڑے پلاٹ کے باوجود ایک شہر کی حدود دور تک ممتد رہتے ہیں۔ جہاں کہیں شکل منصوبہ بندی نہ ہو تو عرف کے حوالہ سے یہ تعین ہوگا۔ لیکن آج کل ترقی یافتہ دور میں جہاں شہری آبادی میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ حکومتوں کے لئے خود یہ مسئلہ درپیش ہے کہ دیہات کی لوگ شہر کی طرف زیادہ متوجہ ہیں۔ آئے دن شہروں میں آبادی کے اضافہ کی وجہ سے آمد و رفت اور دوسرے انتظامی مسائل میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس لئے حکومتیں خود شہر کے لئے حدود کا تعین کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ چنانچہ حکومتی تجدید بھی بسا اوقات عرف کی شکل اختیار کر دیتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ راولپنڈی اور اسلام آباد دونوں کی اپنی اپنی آبادیاں لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ بعض ضروریات مثلاً ائیر پورٹ اور ریلوے سٹیشن میں شریک بھی ہیں۔ لیکن بایں ہمہ دونوں الگ الگ شہر ہیں۔ اگر اس کا موازنہ کراچی سے کیا جائے۔ تو کراچی کی آبادی جڑواں شہروں کے رقبہ اور آبادی سے کئی گناہ زیادہ ہے۔ علاوہ ازیں حدود کی تعیین میں بسا اوقات انتظامی مسائل کے علاوہ سیاسی عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ انتخابی مواقع پر اپنے اپنے گاؤں کو بڑے شہر سے ملانے کے لئے اور شہری سہولیات سے استفادہ کے لئے متعلقہ شہر کی حدود کو وسعت دیتے ہیں۔ چنانچہ انتظامیہ اس کی تابع ہو کر شہر کے دائرہ میں وسعت ان کی مجبوری ہوتی ہے۔ اگرچہ ابتدائی ایام لوگوں کو یہ نامانوس سا لگتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ عوامی ذہن بھی اس کو قبول کر کے شہری حدود کی وسعت کے قائل ہو جاتے ہیں۔ ان حالات کی روشنی میں ہمارے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ شہر کی حدود کی تعین میں ہم عرف پر اعتماد کریں۔ جس کی پشت پر سرکاری منصوبہ بندی کارفرما ہوتی ہے۔ اس لئے سرکاری حد بندی بھی اس میں مدنظر رہے۔ ہاں اگر عرف ہو اور سرکاری حد بندی نہ بھی ہو پھر بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے محررہ سوال میں کراچی جیسے شہر کی وسیع آبادی میں جب شہر کی وسعت ا، ب، ج، د سے متجاوز ہو کر ھ، و، ز، ح تک ممتد رہی تو موخر

الذکر آبادی اگرچہ پہلے کراچی کا حصہ نہیں تھا۔ ابھی کراچی کا حصہ شمار ہوگا۔ سفر اور اقامت کے احکام انتہاء حدود یعنی موجودہ وقت میں جو حدود ہوں۔ ان سے شروع ہوں گے۔ جب تک مسافر (ھ، و، ز، ح) سے نہ نکلے تو مسافر شمار نہیں ہوگا -- اور جب مسافران حدود میں سے داخل ہوگا تو اس کے سفر کے احکام اختتام پذیر ہوں گے۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ کراچی شہر سات بڑے بڑے اضلاع پر مشتمل ہے۔ ہر ضلع کا بلدیاتی نظام دوسرے سے الگ ہے اور ہر ضلع میں مختلف بستیاں کالونیاں اور محلے ہیں۔ اس سے شہر کی وحدت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ یہ انتظامی معاملات ہیں۔ جنہیں درست رکھنے کے لئے حکومت شہر کے مختلف حصوں کو ضلع میں تقسیم کرتی ہے۔ ورنہ آپ حضرات نے دیکھا ہوگا کہ سات ضلعوں کی وسیع آبادی ہونے کے باوجود جدید بلدیاتی نظام میں میئر ایک ہوتا ہے۔ جیسا کہ لاہور اور راولپنڈی کا ہوتا ہے۔

عرف کو مدار بنا کر آبادی کے درمیان خالی جگہوں یا ندیوں کے ہونے کے باوجود شہر ایک رہے گا۔ اور اس سے آبادی ایک دوسرے سے الگ متصور نہیں ہوگی۔ شہر کی حیثیت وقتاً فوقتاً عرف کی وجہ سے تبدیلی کے لئے استدلال کے طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات زیادہ واضح ہے۔ جیسا کہ مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

ان علیا لما خرج الی البصرہ رای خصا فقال : لولا ھذا الخص لصلینا رکعتین فقلت : ماخصا ؟ قال بیت من قصب (ج ۲ / ۵۲۹)

ایسا ہی محمود بن احمد عبدالعزیز بن عمر بن مادۃ البخاری (م ۶۱۶ ھ) فرماتے ہیں۔ **والصحیح ماذکرنا انہ یعتبر مجاوزۃ عمران المصر الا اذا کان ثم قریۃ او قری متصلۃ بربض المصر فحینئذ یعتبر مجاوزۃ القری (المحیط البرھانی ج ۲ /۱۲۸)**

تقسیم میراث میں کوتاہی

ابوبکر الکوثری

حقوق العباد کی نزاکت:

پورا دین حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی مکمل پاسداری اور بجا آوری کا نام ہے، ان میں سے کسی ایک کو بالکل نظر انداز کر کے چھوڑ دینا یا اس میں کمی کرنا مکمل دین نہیں کہلاتا بلکہ جتنا اسکی کی بجا آوری میں نقصان ہوگا اتنی ہی دینداری بھی ناقص اور دم بریدہ رہیگی۔

شریعت میں دونوں کی مکمل رعایت رکھنے کا حکم ہے اور دونوں میں تساہل اور غفلت برتنا قابل سزا جرم ہے، لیکن حقوق العباد میں کوتاہی کرنا حقوق اللہ میں کوتاہی کرنے سے زیادہ خطرناک اور نازک ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اپنا حق سزا دیئے بغیر بھی معاف کر دیتے ہیں، وہ غفور و کریم ذات ہے اسکی رحمت اسکے غضب اور قہر پر غالب آچکا ہے، اسلیئے اسکی رحمت سے بعید نہیں کہ قیامت کے دن اپنے حقوق میں کوتاہی کرنے والوں کو معاف کرے، ہاں اللہ کے حقوق میں ایک حق (یعنی اسکی وحدانیت کا عقیدہ رکھنا) ایسا بھی ہے جس میں کوتاہی کرنا ناقابل معافی جرم ہے، اس میں معافی نہ کرنے کا اعلان اللہ جل شانہ نے قرآن میں یوں کیا ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء) (النساء ۱۱۶)

بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے کسی کو اور بخشتا ہے اس کے سوا جس کو چاہے۔

لیکن اسکے برخلاف اللہ تعالیٰ بندوں کے حقوق میں غفلت برتنے والوں کو معاف نہیں فرمائیں گے اور یہ عین عدل و انصاف ہے۔ حدیث شریف ہے، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کی ترغیب دے رہے تھے، ایک صحابیؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بتایئے اگر میں

Scanned with CamScanner

اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔۔۔صحابی نے پھر یہی دریافت کیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پھر وہی جواب دیا کہ ہاں اللہ کی راہ میں شہید ہو جانے سے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے لیکن اس دفعہ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ البتہ قرض معاف نہیں ہوگا (یعنی جس کی آدائگی کی نیت ہی نہ ہو) اور مجھے جبرائیل علیہ السلام نے یہی فرمایا: (مسلم شریف کتاب الجہاد) علامہ تور پشتیؒ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: ,,کہ اس حدیث میں دین (قرض) سے مراد مسلمانوں کے حقوق ہیں، لہذا اس ارشادگرامی کا حاصل یہ ہے کہ جہاد سے حقوق العباد کے علاوہ تمام گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں،، (مرقاۃ)

قرآن کریم میں عورتوں کا حق میراث:

حقوق العباد جس کی نزاکت کا کچھ تذکرہ اوپر کر دیا گیا۔ بہت سارے ہیں ان میں ایک عورتوں کا حصہ میراث بھی ہے، قرآن میں جگہ جگہ تاکید کے ساتھ عورتوں کو حق میراث دینے کا حکم آیا ہے۔ کیونکہ اسلام سے قبل عرب اور عجم قوموں میں صنف ضعیف (یتیم بچے) اور صنف نازک (عورتیں) ہمیشہ طرح طرح کے ظلم وستم کا شکار رہے ہیں، اول تو ان کا حق ہی تسلیم نہیں کیا جاتا تھا اور اگر کوئی حق مان بھی لیا گیا تو مردوں سے اس کا وصول کرنا اور اس کا محفوظ رکھنا کسی کی قدرت میں نہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک واقعہ پیش آیا کہ عرب کے دستور کے مطابق بھتیجوں نے اپنے چچا کی موت کے بعد اس کے پورے مال پر قبضہ کر کے اپنے چچازاد بھائیوں یعنی میت کی اولاد اور اسکی بیوی کو کچھ بھی نہ دیا، میت کی بیوی اور بچیوں کو تو اس لئے محروم کیا گیا کہ وہ تو مستحق ہی نہیں سمجھے جاتے جبکہ اسکے بیٹوں کو اس لئے محروم کیا گیا کہ وہ ابھی نابالغ تھے بیوہ نے آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اور اپنے بچوں کی بے کسی اور محرومی کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دینے میں توقف فرمایا کچھ دیر بعد آیت کریمہ نازل ہوئی: للرجال نصیب مما ترک الوالدان والا قربون وللنساء نصیب مما ترک والوالدان والاقربون

مما قل منه او کثر (النساء / ۷) (روح المعانی)

مردوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے تھوڑا ہو یا بہت ہو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ نے تاکید کے ساتھ میراث میں عورتوں کا حصہ بیان فرمایا ہے، کیونکہ اس میں عورتوں کا حق میراث الگ تھلگ ذکر کر کے باقاعدہ طور پر تصریح فرمائی گئی ہے کہ للرجال نصیب ....وللنساء نصیب،، باوجود یہ کہ اختصار کا تقاضا تھا کہ ,,للرجال والنساء نصیب،، کہتے، اس باقاعدہ تصریح میں عورتوں کے حق میراث میں اہتمام اور تاکید مقصود ہے اللہ جل شانہ کا کلام قیامت تک آنے والے تمام حالات کے عین مطابق ہے، اللہ کو زمانہ مستقبل حال کی طرح متحضر ہے اس لئے تمام احوال اور زمانوں کو سامنے رکھ کر اللہ نے قرآن اتارا، اللہ کو یہ علم تھا کہ جس طرح نزول قرآن کے وقت عورتوں کو میراث سے محروم رکھا جاتا ہے بعد کے زمانے میں بھی یہ صنف نازک لوگوں کے ظلم وستم کا تختہ مشق بنے گا اس وجہ سے انکا حصہ صراحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

,,یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین،، (نساء / ۱۱)

حکم کرتا ہے تم کو اللہ تمھاری اولاد کے حق میں کہ ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے۔

اس آیت میں بھی خوب تاکید کے ساتھ عورتوں کو انکا حق میراث دینے کا حکم ہے اس لئے کہ اس میں عورتوں کا حصہ میراث کو اصل قرار دیکر مرد کے حصے کا اندازہ اس سے لگانے کا حکم ہے کہ للذکر مثل حظ الانثیین (لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصہ کے بقدر میراث ملیگی) اور یہ نہیں فرمایا کہ للانثیین مثل حظ الذکر (دو لڑکیوں کو ایک لڑکے کے حصہ کے بقدر میراث ملی گی)

اس اسلوب کے اپنانے میں بھی مقصود اہمیت کا بیان ہے کہ عورت کو تو ہر حال

میں میراث دینا ہی ہے۔ نیز مذکورہ آیت میں اللہ جل شانہ نے ,,یوصیکم اللہ،، کہکر وصیت کے ساتھ حکم دینے میں بھی مقصود تاکید ہے کیونکہ وصیت میں وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اہم بات ذکر کی جاتی ہے۔

ان تاکیدی احکام کے باوجود عورت کو میراث سے محروم کیا جاتا ہے اور بڑی افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اس گناہ میں صرف عوام ہی نہیں بلکہ خواص کی بھی اچھی خاصی تعداد شریک ہے ،عوام سے کیا گلہ وہ تو ہیں ہی عوام۔ شکوہ تو ان حضرات سے ہے۔ جو ان آیات کو خود پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ اور وہ احادیث بھی ان کے سامنے ہیں جن میں ظلم اور کسی کے مال کو ھڑپ کرنے کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

آخرت کا مفلس:

ان حضرات کو کیا وہ حدیث یاد نہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت کیا ہے ,,اتدرون ماالمفلس،، کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہمارے اندر مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم اور دینا کا ساز وسامان نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سارے نیک اعمال کو لیکر اللہ کے دربار حاضر ہوگا۔ اور حالت یہ ہوگی کہ دنیا میں اس نے حقوق العباد کا خیال نہیں رکھا ہوگا، کسی کے مال پر قبضہ کیا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا کسی کو گالی دی ہوگی وغیرہ وغیرہ تمام حقدار بھی اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر حقوق کا مطالبہ کرنا شروع کردیں گے، اور اسکے پاس کچھ ہوگا تو نہیں اس لئے اسکی نیکیاں حقداروں کو دینا شروع ہو جائے گا یہاں تک کہ سارے نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور حقدار اب بھی باقی ہوں گے تو حکم ہوگا کہ حقداروں کے گناہ اس پر ڈالدیئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہو جائیگا اور آخر کار وہ افسوس ناک مرحلہ بھی آجائے گا کہ جس میں غیروں کے گناہوں کے سبب یہ آدمی جہنم میں پھینک دیا جائے گا (اللہ پناہ دے آمین) مسلم کتاب البر،، اس حدیث شریف کو سامنے رکھ کر حیلے بہانوں سے غیروں خصوصاً بیٹی بہن کا مال

کھانے والوں کی آنکھیں کھل جانی چاہے کہ وہ کس قدر ناقابل تحمل بوجھ اٹھانے کی جرأت کر رہے ہیں، اللہ تعالی نے قرآن تو اس لئے اتارا تھا کہ اس کے ہر ہر حکم پر عمل کیا جائے بعض پر عمل کر کے بعض کو پس پُشت ڈالنا مکمل ایمان نہیں، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد ہے

,,افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذالک منکم الاخزی فی الحیوۃ الدنیا و یوم القیمۃ یردون الی اشد العذاب ،،(البقرہ/۸۵)

تو کیا مانتے ہو بعض کتاب کو اور نہیں مانتے بعض کو سو کوئی سزا نہیں اسکی جو تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جائیں گے سخت سے سخت عذاب کو

حق میراث میں رسمی معافی معتبر نہیں:

اکثر علاقوں میں عورت علاقے کے رسم و رواج کے مطابق شرم و حیا کی وجہ سے حق میراث کا مطالبہ نہیں کرسکتی یاد رہے اس سے اس کا حصہ میراث حلال نہیں ہو جاتا، اسی طرح بعض لوگ محض رسمی طور پر بہن بیٹیوں کو میراث میں حق دینے کی پیش کش کرتے ہیں اور شرماشرمی میں ان کی طرف سے ,,معاف کردیا،، سن کر مطمئن ہو جاتے ہیں، ایسی معافی شرعاً معتبر نہیں،

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیعؒ ایسی معافی کے بارے لکھتے ہیں:

اکثر یہ ہوتا ہے کہ ماں باپ کے فوت ہو جانے پر لڑکے ہی پورے مال پر قابض ہو جاتے ہیں اور لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے، اگر کسی کو بہت دینداری ہو تو وہ بہنوں سے معافی مانگ لیتا ہے وہ بہنیں چونکہ یہ سمجھتی ہیں کہ حصہ کسی حال میں ملنے والا نہیں۔ اس لئے اپنی مرضی کے خلاف کرنے کو کہہ دیتی ہیں، خصوصاً سوتیلی ماں کو تو دیتے ہی نہیں۔ یہ سب حقوق دبالینا ہے (معارف القرآن ۲/۳۱۲)

انگریز مجسٹریٹ اور ایک مسلم:

جب ہندوستان میں انگریز سامراج کا تسلط تھا اس زمانے میں ایک مسلمان انگریز مجسٹریٹ کے یہاں اپنے باپ کی میراث تقسیم کرانے کیلئے گیا اور اس سے کہا: آپ انگریزی قانون کے

مطابق تقسیم کریں،،

مجسٹریٹ نے کہا: چونکہ میں سرکاری ملازم ہوں میں اسی طرح تقسیم کردوں گا جیسے آپ کہہ رہے ہیں ،لیکن میرا سوال یہ کہ آپ مسلمان ہوتے ہوئے قرآنی قانون کے مطابق تقسیم کیوں نہیں کراتے ؟ قرآن میں تو آدھی سطر سے بھی کم میں لڑکوں اور لڑکیوں کا حصہ بیان فرمایا ہے ،آپ قرآن کے لفظ ،،للذکر،،(لڑکے کیلئے) تو ماننے کیلئے تیار ہیں مگر ،،مثل حظ الانثیین ،،(دولڑکیوں کے برابر حصہ ہے) ماننے کو تیار نہیں، یہ قرآن ماننے کا کونسا طریقہ ہے؟ مسلمان یہ سن کر شرم کے مارے کچھ نہ کہہ سکا۔

ہر کوئی اپنا گریبان چاک کرکے دیکھ لے۔کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ زبان سے قرآنی دستور کی غلامی کا دعویدار ہے مگر کردار کچھ اور ہے۔اگر ایسا نہیں تو الحمدللہ ورنہ آج نہ سہی تو کل یہی رشتہ دار اللہ کے دربار میں تمام مخلوقات کے سامنے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے،اور پھر شرمندی اور ذلت کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔اللہ ہم سب کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

ضائع

ضائع ہے وہ عالم جس سے علم کی بات نہ پوچھی جائے۔

ضائع ہے وہ مال جس کو کار خیر میں خرچ نہ کیا جائے۔

حضرت عثمان غنیؓ

لندن دھماکے اور دینی مدارس کا موقف

مولانا محمد حنیف جالندھری

لندن میں خودکش دھماکوں کے ذریعے جو جانیں ضائع ہوئی ہیں اور خوف وہراس کی کیفیت پیدا ہوئی ہے اس سے دنیا کا ہر باشعور شخص پریشان ہے اور دنیا بھر کے امن پسند لوگ اس دہشت گردی کی مذمت کرتے ہوئے اس کا شکار ہونے والے افراد اور خاندانوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کررہے ہیں۔

پاکستان میں دینی مدارس کا سب سے بڑا فورم ”وفاق المدارس العربیہ پاکستان،، بھی اس تشویش واضطراب میں دنیا کے امن پسند افراد اور پوری برطانوی قوم کے ساتھ ہمدردی اور یکجہتی کا اظہار کرتا ہے۔وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مرکزی قائدین شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مولانا محمد حسن جان، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نے لندن بم دھماکوں کی پرزور مذمت کی ہے اور انہیں عالمی امن کے لئے انتہائی خطرناک قرار دیا ہے۔جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت جنگ میں بھی بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور جنگ سے لاتعلق افراد کو قتل کرنے سے منع کیا۔چہ جائیکہ حالت امن میں بے گناہ شہریوں کا اس طرح خون بہایا جائے۔اور خوف ودہشت کی کیفیت پیدا کی جائے ،اس لئے ہم یہ سمجھتے ہیں۔کہ لندن میں گزشتہ دنوں کئے جانے والے بم دھماکے، جن کے نتیجے میں پچاس سے زائد افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور سینکڑوں زخمی ہوئے ہیں، امت کو سبوتاژ کرنے کی مذموم حرکت کے مترادف ہیں اور ان کی مذمت ہر ذی ہوش انسان کررہا ہے۔

اس کے ساتھ ہی وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی قیادت دو اہم امور کی طرف عالمی رائے عامہ اور بین الاقوامی حلقوں کو متوجہ کرنا ضروری سمجھتی ہے۔ایک یہ کہ دہشت گردوں کے خلاف موجودہ عالمی جنگ کا ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ از سر نو جائزہ لینے کی ضرورت ہے

کیونکہ عالمی سطح پر دہشت گردی کی کوئی تعریف طے کئے بغیر کسی بھی گروہ کو یکطرفہ طور پر دہشت گرد قرار دے کر اس کے خلاف کی جانے والی کاروائی انصاف کے تقاضوں پر پوری نہیں اترتی۔ اور اس سے شکوک وشبہات کم ہونے کی بجائے ان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان اسباب وعوامل کو نظر انداز کر دینا بھی اس مبینہ دہشت گردی کے خاتمہ کی بجائے اس کے مزید فروغ کا باعث بن رہا ہے۔ جن اسباب وعوام کے نتیجہ میں اس مبینہ دہشت گردی نے جنم لیا ہے اور جن کی طرف عالمی طاقتوں کے سنجیدگی کے ساتھ متوجہ نہ ہونے کی وجہ سے تشدد کی کاروائیوں کی حمایت کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی محل نظر ہے کہ لندن کے مذکورہ بم دھماکوں کی ذمہ داری کے حوالے سے پاکستان کے دینی مدارس کو عالمی میڈیا کے ذریعے بلاوجہ طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ بات ایک سے زائد بار دلائل وشواہد کے ساتھ واضح ہو چکی ہے کہ پاکستان کے دینی مدارس میں کسی طرح کی کوئی فوجی تربیت نہیں دی جاتی۔ حتیٰ کہ چند ماہ قبل اسلام آباد میں دینی مدارس کے ایک بھرپور کنونشن میں پاکستان کے سابق وزیر داخلہ چوہدری شجاعت حسین نے صاف لفظوں میں اعلان کیا کہ انہوں نے اپنے دور میں پورے ملک کے مدارس کی چھان بین کرائی مگر کوئی مدرسہ بھی دہشت گردی کی تربیت میں ملوث نہیں پایا گیا۔ نیز گزشتہ دو سالوں کے دوران ملک کے درجنوں دینی مدارس پر چھاپے مارے گئے ہیں اور اچانک آپریشن کیا گیا ہے لیکن کہیں بھی کوئی ہتھیار یا ٹریننگ کے آلات موجود نہیں پائے گئے۔ حتیٰ کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے حکومت کے ساتھ مذاکرات اور کھلے اعلان کے ذریعہ متعدد بار اعلان کیا ہے کہ ملک کے کسی بھی دینی مدرسہ کے بارے میں یہ شکایت پائی جائے کہ اس میں اسلحہ کے استعمال کی ٹریننگ دی جا رہی ہے۔ تو اس کا نشاندہی کی جائے، اگر اس کا ثبوت فراہم ہو گیا تو اس مدرسے کے خلاف کاروائی میں خود وفاق بھی حکومت کے ساتھ شریک ہوگا۔ مگر اس کے باوجود دینی مدارس کو مسلسل ہدف تنقید بنایا جا رہا ہے۔ اور ان کی کردار کشی کی جا رہی ہے۔

اس لئے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی ہائی کمان اس امر کا ایک بار پھر اعلان ضروری سمجھتی ہے کہ پاکستان کے دینی مدارس میں صرف اور صرف تعلیم دی جاتی ہے۔ اور قرآن و سنت کے علوم سے نئی نسل کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ تعلیم اور دینی تربیت کے سوا ان مدارس کی سرگرمیوں میں اور کوئی بات شامل نہیں ہے اور قرآن وسنت کے متعلقہ علوم کی تعلیم اور ان کے مطابق نسل کی دینی تربیت کے مشن سے وفاق المدارس سرمو انحراف کے لئے تیار نہیں۔ اور اس سلسلہ میں کسی سطح پر کوئی دباؤ قبول نہیں کیا جائے گا۔ البتہ عسکری ٹریننگ اور دوسرے مذاہب کے خلاف عسکری محاذ آرائی کی فکری تربیت نہ ان مدارس میں دی جاتی ہے۔ اور نہ ہی کسی مرحلہ میں اس کا پروگرام مدارس کے اہداف میں شامل ہے۔ اور اس حوالہ سے وفاق المدارس کی ہائی کمان پاکستان حکومت اور بین الاقوامی حلقوں کو ہر قسم کی ضمانت دینے کے لے ہر وقت تیار ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ لندن کے خودکش دھماکوں میں مبینہ طور پر ملوث افراد کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ انہوں نے پاکستان کے بعض دینی مدارس میں تعلیم پائی ہے۔ اس لئے دینی مدارس اور مبینہ دہشت گردی میں ملوث ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قطعی طور پر غیر منطقی اور غیر حقیقی بات ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ خودکش دھماکوں میں کون لوگ ملوث ہیں۔ دوسرے یہ بھی کسی طریقہ سے ثابت نہیں کہ ان دہشت گردوں نے پاکستان کے دینی مدارس میں تعلیم حاصل کی ہے۔ جب وہ لوگ ہی معلوم نہیں تو ان کی تعلیم گاہ کیسے معلوم ہوگئی۔ اور اگر بالفرض یہ بات ثابت بھی ہو جائے کہ ان افراد نے کسی وقت پاکستان کے کسی دینی مدرسہ میں تعلیم پائی ہے۔ تو اسے ان کی کاروائی میں مدارس کی شمولیت کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ اس لئے کہ دنیا بھر میں مختلف حوالوں سے دہشت گردی، قتل وغارت، ڈکیتی اور سنگین جرائم میں ملوث افراد نے کہیں نہ کہیں ضرور تعلیم حاصل کی ہے۔ اور ان میں ہاورڈ، آکسفورڈ اور کیمرج یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد مل جائے گی۔ لیکن کسی ڈاکو اور قاتل نے اگر آکسفورڈ میں تعلیم پائی ہے تو اس کے لئے یہ نہیں کہا جاتا اور نہ کہا جا سکتا ہے کہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں ڈاکہ کی

تعلیم دی جاتی ہے۔ اور اگر کسی فوج سے بھاگے ہوئے افراد مجرموں کا گروہ بنالیں۔ تو ان کے لئے بھی اس فوج کو ذمہ دار قرار نہیں دیا جاتا۔ اس لئے چند افراد کی کاروائی کو دینی مدارس کے کھاتے میں ڈال کر دینی مدارس کے پورے نظام کو بدنام کرنے کی مہم حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔ خاص طور پر اس پس منظر میں کہ یہ بات طے ہے کہ دینی مدارس میں کسی قسم کی دہشت گردی کی تربیت نہیں دی جاتی اور ایسی کاروائی کرنے والوں نے یہ تربیت بہرحال کہیں اور سے حاصل کی ہے اور دہشت گردی کی تربیت کے اصل سرچشموں کا بہرحال سراغ لگانے کی ضرورت ہے۔

اس لئے ہم دنیا بھر کیا انصاف پسند حلقوں اور افراد اسے اپیل کرتے ہیں کہ وہ دینی مدارس کے خلاف عالمی حلقوں اور میڈیا کے اس یکطرفہ پروپیگنڈے کا نوٹس لیں اور پرامن ماحول میں تعلیمات سے نئی نسل کو روشناس کرانے والے اداروں کو اس جارحانہ اور معاندانہ پروپیگنڈے سے بچانے کے لئے کردار ادا کریں۔

حفاظت

خلوص مال کی حفاظت کرتا ہے۔

سچائی قول کی حفاظت کرتی ہے۔

عالمی حالات اور مسلمانوں کے لئے راہ عمل

محمد فاروق غالب

...حد بندیوں اور سیاسی مد و جزر پر مبنی عالمی نقشہ کو بنظر غائر دیکھنے سے یہ کڑوا سچ سر چڑھ کر ...دیتا ہے۔ کہ عالمی سطح پر صرف مسلمان ریاستیں اور غیر مسلم ممالک کی مسلمان اقلیتیں ہی ...نیو ورلڈ آرڈر کی سولی پر لٹکتی نظر آرہی ہیں، فلسطین میں دودھ پیتے بچوں کو قتل کیا جارہا ...بچوں اور گھروں کو مسمار کیا جارہا ہے۔ افغانستان کی سرزمین لاکھوں مسلمان شہداء کی تازہ ...رنگین ہے، یتیم بچے بلک بلک کر رو رہے ہیں۔ کئی لاکھ شہداء کے گھر ماتم کدے بنے ...ہیں۔ مائیں نوحہ کناں اور بیوائیں غم سے نڈھال ہیں۔ سامنے دیکھتے ہیں تو کوفہ و بغداد آ...اجڑ چکے ہیں۔ نبیوں کی سرزمین آتش و آہن کی برسات تلے جھلس گئی۔ اولیاء کرام کے ...گاہوں سے دھواں اٹھ رہا ہے۔ عراق کے بعد شام، ایران اور اردن کے گرد بھی گھیرا تنگ ...رہا ہے۔ کشمیر، بوسنیا اور چیچنیا الگ الگ داستان غم ہیں۔

کوئی کچھ بھی کہے 11 ستمبر کے بعد عالم اسلام خلاف صلیبی جنگوں کا آغاز ہو چکا ...یہودیوں کی شہہ پر عیسائی بنیاد پرستوں کے جنونی ٹولے نے اسلامی دنیا کو اپنے ہلاکت خیز ...اور جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے فتح کر کے اپنے قلمرو میں شامل کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس ...دنیا تیسری عالمی جنگ کے شروعات ملاحظہ کر رہی ہے۔ نئے عالمی نظام کے وجود کے لئے ...کی "تابعدار" حکومتوں کا تختہ الٹ دیا جائیگا۔ عراق میں جنگ سے عالمی سطح پر ایک نئی ...بندی کا آغاز ہوگیا ہے۔ خارجہ پالیسیاں تبدیل ہو رہی ہیں۔ دوست دشمن اور دشمن دوست ...رہے ہیں۔

...پارس میکسن کا کہنا ہے: "کہ امریکہ عراق میں نہیں رکے گا بلکہ دوسرے ممالک بھی ...لپیٹ میں آئینگے"

عسکری جنگ کے علاوہ معاشی اور اقتصادی محاذ پر بھی لڑائی جاری ہے۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک عموماً کمزور ممالک اور خصوصاً مسلمانوں کا استحصال کر رہی ہے۔

ایسے دگرگوں حالات میں ہمیں زمینی حقائق اور مفرضوں کے درمیان فرق کرنا ہوگا۔ اکیسویں صدی کی جنگیں کمپیوٹر جدید اور مہلک ٹیکنالوجی کے سہارے لڑی جا رہی ہیں۔ ان جنگوں میں میڈیا کا کردار بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ اس لئے کھوکھلے جذبات، جذباتی تصورات اور نعرے بازی کی بجائے مستقبل کے لئے منصوبہ بندی کی اشد ضرورت ہے ذیل میں ہم اس ذوبتی ... سے نکلنے کے لئے راہ عمل متعین کرنے کی کوشش کریں گے۔

موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لئے راہ عمل کے طور پر چند بنیادی اصول ذکر کئے جاتے ہیں جو درجہ ذیل ہیں۔

(۱) اسوہ رسول ﷺ کے راستے اللہ تعالیٰ تک رسائی:

موجودہ حالات میں امت مسلمہ کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، قرآن وحدیث سے روشنی حاصل کرے، ساتھ ساتھ مسلمان اپنا محاسبہ اور احتساب کرے، تنہائی میں بیٹھ کر اس بات پر غور کریں۔ کہ میں نے باری تعالیٰ کے کتنے احکام کی تعمیل کی اور کتنے احکام توڑے؟ کتنی سنتوں پر عمل کیا اور کتنی سنتیں مجھ سے چھوٹ گئیں؟ میرے شعبہائے زندگی (عبادات، معاملات، اخلاقیات...) میں کتنا غلبہ اسلام کا رہا اور کتنا نفس وشیطان کا؟

(۲) اسلامی تشخص کا تحفظ:

اسلام وہ مذہب ہے جو ہر موقع اور حالات میں اپنے وجود کے تحفظ کا داعی ہے۔ اسلام کی جامعیت اور زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اپنے تشخص اور جداگانہ حیثیت کی بقا اسلام کی اولین ترجیح ہے۔ اور کہیں اس کی پامالی اس کو برداشت نہیں، لیکن حقیقت یہی ہے کہ بحیثیت مسلمان، ہم دنیا میں مجموعی طور پر اپنا اسلامی تشخص کھو چکے ہیں، سنت نبوی ﷺ کو چھوڑ کر ہم نے مصلحت پسندی کی راہ اختیار کرتے ہوئے مغربیت کو رواج دیا ہے۔ ستاون اسلامی

... میں سے کوئی بھی ایک مکمل اسلامی ریاست کا نمونہ پیش نہ کر سکے، ہمارے معاشرے ... مغربیت کا اتنا چرچا ہے کہ اسلامیت کا رنگ ماند پڑ گیا ہے۔ نئے عالمی حالات میں اسلامی ... کے احیاء اور تحفظ کی اشد ضرورت ہے۔

... صالح اور فعال قیادت:

... بھی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کیونکہ قیادت اگر خدا پرست اور حوصلہ مند ہو تو ... کی قلت کے باوجود بگڑی ہوئی قوم سنوار دیتی ہے کمزور لوگوں کو طاقتور بنا دیتی ہے، ذلت کی ... میں گری ہوئی قوم کو اٹھا کر بلندیوں پر پہنچا دیتی ہے۔ انتشار اور اختلاف کی شکار قوم کو اتحاد ... کی لڑی میں پرو کر یکجان بنا دیتی ہے، پست ہمت اور بزدلوں کو بلند ہمت اور حوصلہ مند ... بناتی ہے، مقصد سے ناآشنا قوم کو منزل کا شعور عطا کرتی ہے۔

... مذہبی رواداری اور برداشت:

... حضور ﷺ نے صلح کل، رواداری اور وسعت نظری کی تعلیم دی ہے اور کبھی یہ نہیں فرمایا ... یہودی، عیسائی اور صابی اپنے اپنے مذاہب کو ترک کر دیں بلکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

... الذین امنو او الذین ھادوا و النصریٰ و الصائبین من اٰمن باالله و الیوم الأخر ... اجرھم عند ربھم -

... تبلیغ تو یہ ہے کہ اسلام سابقہ مذاہب کی تکمیل وتجدید ہی ہے آپ ﷺ کی تعلیم پر عمل پیرا ہو ... انسان کو مذہبی تعصب سے نجات ملتی ہے، لا اکراہ فی الدین میں وہ سنہرے اصول ہیں جو ... اسلام ہی کا طرہ امتیاز ہے۔

... مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ دوسرے مذاہب کے بارے میں حقارت آمیز رویہ اختیار ... کرے۔ بانیان مذاہب کے بے حرمتی کا ارتکاب نہ کرے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

... لا تسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبو الله عدواً بغیر علم .

... عقیدے پر عمل کرتے ہوئے قوت استدلال سے دوسروں کو قائل کرنے کی کوشش کریں

Scanned with CamScanner

،ارشاد باری تعالیٰ ہے و جادلهم بالتی هی احسن .

(۵)قول وعمل میں ہم آہنگی:

اسلامی تعلیمات سے دوری کی وجہ سے آج ہمارا معاشرہ خرابیوں کا شکار ہے،جھوٹ ،فریب ،دھوکہ بازی سمیت تمام خرابیوں نے ہمارے معاشرے میں سرایت کی ہے اجتماعی اور انفرادی معاملات میں جھوٹ اور دغابازی کوئی جرم نہیں ۔موجودہ حالات کے مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں ان کمزوریوں کا ازالہ کرنا ہوگا،مزدوروں کو دادرسی،خواتین کے حقوق بلکہ معاشرے کے ہر ستم زدہ کی فریادرسی فلک شگاف نعروں کی جگہ قول وعمل میں مطابقت پیدا کر کے عملی میدان میں کچھ کر کے دکھانا ہوگا

(٦)نظریہ تعلیم میں تبدیلی/سائنسی علوم پر توجہ:

ہماری پسماندگی اور درماندگی کے بنیادی اسباب میں سے یہ بھی ایک سبب ہے کہ ہم نے علمی میدان میں ترقی کے وہ منازل طے نہیں کئے جس کی ہم سے توقع کی جاسکتی ہے،ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے کہ تعلیم ذریعہ معاش نہیں بلکہ تعلیم مقدس فریضہ اور عبادت ہے

نئے عالمی حالات میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم پر صرف توجہ نہیں بلکہ جنون کی کیفیت پیدا کر کے قدم بڑھانا ہوگا ۔ سائنسی علوم میں دوسروں پر اعتماد کی بجائے خودکفیل ہونا ہوگا''اسلامی سائنس'' کے اصطلاح کی تخلیق دور حاضر کے مسلمانوں کے ذمہ قرض ہے۔اس لئے ہمیں اپنی تعلیمی پالیسیاں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں مرتب کرنا ہوں گے۔سائنس،جدید ٹیکنالوجی اور اقتصادی ترقی اس دارالاسباب میں عروج وزوال کے ذرائع ہیں۔اس لئے ان چیزوں کی طرف توجہ دینا ہماری ذمہ داری ہے۔

(۷)عصبیتوں کا خاتمہ:

ہر بے حقیقت فرق نے ہمیشہ انسانوں میں خون ریزی کے اسباب کو پیدا کیا،مذہب

و سائنس دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ کرہ زمین کی موجودہ آبادی ایک ہی باپ کی اولاد ہے اولاد آدم میں ذاتی حفاظت مرکزکشی پر مجبور کرتی رہی۔تو معاشی ضرورتیں مرکزگریزی پر آمادہ کرتی رہیں

لہذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے عصبیتوں کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ امت کے بکھرے ہوئے شیرازے کو ایک بار پھر اکٹھا کرے،اللہ تعالیٰ کی رسی (دین) کو مضبوطی سے تھام کر اختلاف اور تفرق سے کنارہ کشی کی جائے۔

(۸)جذبہ جہاد کا احیاء:

جب کوئی شعائر اللہ کی توہین کرے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اذیتیں دے،انسانیت پر ظلم وجور کی ابتداء کرے،مسلمان کے خون کو ارزاں سمجھ کر اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے،مسلمان کو اپنے حق سے محروم کرے تو پھر ایسے حالات میں اپنی دفاع کے نظریہ اور تصور کو پیدا کرنے کے لئے جذبہ جہاد کو اجاگر کرنا ہوگا،کیونکہ جس قوم میں سرفروشی اور اپنے عقیدے و دین پر مر مٹنے کی تڑپ نہ ہو وہ اپنے تشخص اور اپنے اثاثوں کا تحفظ نہیں کر سکتی۔

(۹)ذرائع ابلاغ کا محفوظ اور مؤثر نظام:

جب میڈیا عالمانہ رنگ لئے ہوئے عوام میں قابل اعتبار بن جائے تو پروپیگنڈہ مطلوبہ ہدف بہت مؤثر طریقے سے حاصل کر لیتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے دنیائے کفر کے نمائندے اور دانشور ہمہ وقت خانہ ساز کہانیاں ،جعلی مفروضے اور من گھڑت نظریات پھیلاتے ہیں۔آج کل جنگ میدانوں میں کم اور ذرائع ابلاغ پر زیادہ لڑی جاتی ہے میڈیا ہر دور کا مؤثر ہتھیار ہے،جس طرح ضرب المثل ہے

The media can make or broke a society a country sometime it work both

یعنی میڈیا سنوار بھی سکتا ہے اور کسی معاشرے کو تباہی سے ہمکنار بھی کر سکتا ہے اور کبھی بیک وقت

Scanned with CamScanner

دونوں کام کرتا ہے۔

میڈیا کی اس اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے نئے عالمی حالات میں اسلامی میڈیا کا قیام اور قائم شدہ ذرائع ابلاغ کو فروغ دینا وقت کا تقاضہ ہے۔

ان اقدامات کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ مسلمان ذاتی مفادات کی بجائے اجتماعی مفادات کو ترجیح دیں، بین الاقوامی تجارت کو فروغ دیں، مسلمان حاکموں پر لازم ہے کہ وہ ویزہ پالیسی کا زم کریں۔ ایک دوسرے کے مصنوعات کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ محققین اور فنی ماہرین کا تبادلہ کریں، سائنس اور ٹیکنالوجی پر توجہ دیں، سفارتی تعلقات میں بہتری لائیں، خارجہ پالیسی میں مفادات کے ساتھ ساتھ اسلامیت کو مقدم رکھیں اور یورپی یونین کی طرح مسلم بلاک تشکیل دیں۔ مسلمان بھائیوں! چونکہ امت مسلمہ ہی آخری آسمانی پیغام کی ابدی امت اور انسانیت کی مرکز امید ہے۔ اس لئے مسلمان پیغام اسلام کو سینے سے لگائے رکھیں، انسانیت کی قیادت کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں، نئے عالمی حالات میں اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں، اسلئے کہ اقوام صرف اپنی عظمت رفتہ کی کامرانیوں کی بدولت نہیں بلکہ مسلسل جدوجہد اور مستقل احساس ذمہ داری کے بل پر زندہ رہتی ہیں، زندہ لوگوں کی پہچان یہی ہے کہ وہ ماضی کے اندھیروں سے مستقبل کے اجالوں کی طرف خطرات کی گھاٹیاں عبور کر کے نکلا ہی کرتے ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اندھیری رات کی کوکھ سے سپیدہ سحر کا طلوع ستاروں کے ٹوٹنے، شمع کے بجھنے اور بلبل کے رونے کے بعد ہی ہوتا ہے بقول کیفی مرحوم

ستارے ٹوٹنا، شمع کا بجھنا، بلبل کا رونا
بہت سے مرحلے ہیں صبح کے ہنگام سے پہلے

مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس

ابو رضوان

جامعہ عثمانیہ کی تاسیس سے تاحال جامعہ میں شوریٰ کا ایک نظام قائم ہے۔ جو دینی جذبہ سے سرشار، علم دوست اور مخلص احباب پر مشتمل ہے۔ جامعہ کے آئندہ کے عزائم ان مخلصین کے مفید مشوروں سے طے پاتے ہیں۔ اس حوالہ سے ہر سال جامعہ کی مجلس شوریٰ کا اجلاس بلایا جاتا ہے۔ حسب سابق اس سال بھی مجلس شوریٰ کا اجلاس 31 جولائی 2005 بروز اتوار زیر صدارت حضرت مولانا حکیم لطف الرحمٰن سرپرست اعلیٰ جامعہ منعقد ہوا۔ قاری عبدالغفور صاحب کی تلاوت اور مولانا آصف علی اور طالب علم ضیاء اللہ جان کے نعتیہ کلام سے اجلاس کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد رکن مجلس شوریٰ حاجی غیاث الانام صاحب نے اپنے منظوم کلام سے حاضرین کو محظوظ فرمایا۔

جامعہ عثمانیہ کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا حسین احمد صاحب اپنے استقبالیہ خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

معزز ین اراکین شوریٰ: یہ شوریٰ کا چودھواں اجلاس ہے۔ جسمیں آپ شریک ہیں۔ پچھلے سال کے اجلاس میں آپ حضرات کی اکثریت شریک تھی۔ یہ مسجد پرانی تھی۔ آپ حضرات نے اسکی تعمیر کا مشورہ دیا تھا۔ آج آپ اس سہ منزلہ مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ اللہ تعالیٰ جامعہ عثمانیہ کو مزید ترقی سے نوازے۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب نے سال کے دوران مجلس اعلیٰ کے دو اجلاسوں کی مختصر کاروائی سناتے ہوئے فرمایا۔ کہ حضرت مفتی صاحب نے مجلس اعلیٰ کے ارکان کے سامنے تدریب المعلمین کے بارے میں اپنی رائے پیش کی تھی۔ جس پر سب ارکان نے اتفاق کا اظہار فرمایا۔ بیرون مسجد کی جاری تعمیر کے سلسلے میں بھی مزید تجاویز اور مشورے دیے گئے۔ جامعہ کے شعبہ بنات کے مدرسے کی دوسری منزل کی مرمت کے بارے میں بھی بات ہوگئی تھی۔ اسی طرح جنریٹر کے بارے میں بھی بات ہوگئی تھی۔ دوسرے اجلاس میں قابل غور بات یہ

تھی کہ حاجی غیاث الا نام صاحب نے بیرون جامعہ میں کچھ زمین قبرستان کیلئے وقف کی تھی۔ جامعہ کیلئے مزید زمین خریدنے کی وجہ سے وہ قبرستان والی زمین درمیان میں آئی تھی۔ انکی جگہ دوسری زمین کے تبادلے کے بارے میں بات ہوگئی تھی۔ نیز بیرون کیلئے ٹرانسفارمر کی بات رکھی گئی۔ مجلس تنظیمی کے مشاہرے کے بارے میں بھی مشورہ ہوا۔ اور بیرون جامعہ میں چوکیدار کو زمینداری کیلئے رکھنے کے بارے میں مشورہ طے ہوا۔

مولانا حسین احمد صاحب کے مختصر خطاب کے بعد رئیس جامعہ حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب نے بجٹ کے اعلان سے قبل اراکین شوریٰ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

معزز اراکین!

آپ حضرات اس اجلاس میں جتنی تعداد سے شریک ہیں۔ میں اپنی اور تمام اساتذہ کرام کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ صرف شکریہ نہیں بلکہ دست بہ دعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دین کی خدمت کیلئے قبول فرمائے۔ آپ کو آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون کا بطور مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ آج مغربی دنیا کا مدارس کے بارے میں کتنا برا تصور ہے۔ ان کے تصور میں مدارس دہشت گردی کے مراکز ہیں۔ حال یہ ہے کہ یہ امن کے مراکز ہیں۔ یہاں پہ ہم سب کو سکون ملتا ہے۔ یہ اس رحمانی محنت کا اپنا ایک انداز ہے۔ اصحاب صفہ سے لیکر آج تک محنت کا یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ پوری دنیا کو دیندار افراد دینے والے صرف مدارس ہیں۔

آپ حضرات نے اس محنت کو زندہ کرنے کیلئے جب سے قدم اٹھائے ہیں۔ تو اس کا اجر شروع ہو چکا ہے۔ ہمارا یقین اور ایمان ہے کہ اس کا بدلہ صرف اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔ دین کی محنت کا بدلہ دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام کا فرمان ہوتا تھا۔ ان اجری الا علی اللہ۔ کہ اس محنت کا بدلہ صرف اللہ پر ہے۔ آپ بغیر کسی ووٹ اور نوٹ کے تشریف لائے ہیں۔ یہ آپ حضرات کے اخلاص کی علامت ہے۔

جامعہ کی مجلس شوریٰ کا یہ چودھواں اجلاس ہے۔ اور جامعہ کا تعلیمی سال 14 اگلے یکم شوال سے شروع ہوگا۔ ہر بجٹ تین مرتبہ زیر بحث آتا ہے۔ ایک پیش کرتے وقت، ایک سال رواں کے لحاظ سے اور پھر گذشتہ سال کے لحاظ سے۔ یہ سال رواں تعلیمی سال نمبر 13 ہے۔ آئندہ بجٹ تعلیمی سال نمبر 14 کا ہوگا۔

تعلیمی سال نمبر 12 کا بجٹ:

تعلیمی سال نمبر 12 میں آمد و خرچ کی تفصیل بتاتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے فرمایا۔ تعلیمی سال نمبر 12 کی آمدنی کی تفصیل یوں ہے۔

صدقات واجبہ کی مد میں آمدنی	35,36,096 روپے ہوئی۔
عطیات -----	25,03,762 روپے ہوئی۔
عصر ---	46,783 روپے ہوئی۔

تو مجموعہ آمدنی 60,86,641 روپے ہوئی۔ خرچ کی تفصیل یوں ہے۔

بجلی کی مد میں	2,37,171 روپے خرچ ہوئے۔
تنخواہ---	12,42,492 روپے خرچ ہوئے۔
تعمیرات--	17,14,489 روپے خرچ ہوئے۔
[illegible]--	60,004 روپے خرچ ہوئے۔
[illegible]--	13,563 روپے خرچ ہوئے۔
[illegible]--	1,04,553 روپے خرچ ہوئے۔
[illegible]--	1,28595 روپے خرچ ہوئے۔
[illegible]--	33,659 روپے خرچ ہوئے۔
[illegible]--	16.66.685 روپے خرچ ہوئے۔
[illegible]--	1,36,717 روپے خرچ ہوئے۔
[illegible]--	1,57465 روپے خرچ ہوئے۔
[illegible]--	1,05,684 روپے خرچ ہوئے۔

Scanned with CamScanner

تو مجموعہ خرچ 57,01,077 روپے ہوا۔ یوں 3,85,564 روپے کی بچت ہوئی یہ بچت کھاتہ م ب میں چلا گیا۔ تعلیمی سال نمبر 12 کے حوالہ سے تخمینی بجٹ میں 6.26074 روپے کا اضافہ غیر مرئی حالات کی وجہ سے ہوا۔ لہذا اسکی منظوری شوریٰ سے مطلوب ہے۔ مجموعی اخراجات میں دولاکھ ساٹھ ہزار روپے بھی شامل ہیں۔ جو مسجد کے کھاتہ میں منتقل کر کے خرچ کیے گئے ہیں۔

تعلیمی سال نمبر 13 کی آمد وخرچ کی تفصیل:

حضرت مفتی صاحب نے سال رواں کے آمدنی وخرچ کی تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہمارا تعلیمی سال رواں آٹھ مہینوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس سال کی آمدنی کی تفصیل یہ ہے

صدقات واجبہ کی مد میں آمدنی	13,99,776 روپے ہوئی۔
عطیات --------	16,03,052 روپے ہوئی۔
العصر ---------	5515 روپے ہوئی۔

تو مجموعی آمدن 30,08,343 روپے ہوئی۔

آڈٹ والوں کی آسانی کیلئے ہم نے اخراجات کی حد بندی کر کے تین حصوں میں تقسیم کی ہے۔ 1 واجبی اخراجات 2 عمومی اخراجات 3 ترقیاتی اخراجات

اخراجات کی تفصیل یہ ہے۔

لازمی اخراجات کی مد میں	~~62~~ 26,15,282 روپے خرچ ہوئے۔
عمومی -- -------	5,63,504 روپے خرچ ہوئے۔
ترقیاتی --------	4,77,437 روپے خرچ ہوئے۔

تو مجموعی اخراجات 36,56,223 روپے ہوئے۔ یوں آمدنی کی بہ نسبت 64,7,880 روپے کا خسارہ رہا۔

ہمارے ماحول میں اقتصادی لحاظ سے نشیب وفراز کی بنیاد پر کمی بیشی کی وجہ سے مطبخ متفرقات، اسٹیشنری اور بجلی میں خرچ کا اضافہ ہوتا ہے۔ زکوۃ کی مد میں رقم طلباء پر خرچ کی جاتی ہے۔ شوریٰ سے گزارش ہے کہ وہ اس اضافی بوجھ کی منظوری دیں۔

مجلس تعلیمی کی مجلس شوریٰ کیلئے پیش کردہ تجاویز:

27 جولائی 2005ء بروز بدھ مجلس تعلیمی کا جلاس ہوا تھا۔ جسمیں مجلس شوریٰ کیلئے تجاویز دی گئی تھیں۔ جو آپ سے منظور کرانی ہیں۔

غور وخوض کے بعد طے ہوا کہ جامعہ بیرون میں درجہ خامسہ کا اضافہ نہیں کیا جائیگا۔

اختیاری اور غیر اختیاری اسباب کی بناء پر جانے والے طلباء 5% ہیں شعبہ بنات میں جانے والی طالبات 4% ہیں۔ جبکہ درجہ حفظ کے 11% ہیں۔ اس لئے منتظرین کی فہرست آئندہ حساب سے رکھی جائیگی۔

درجہ تخصص میں مقالہ نویسی اور فتوی نویسی کا معیار اچھا کرنے کی خاطر زیادہ طلبہ نہیں لیے جائیں گے۔

آئندہ سال کیلئے طلباء وطالبات کا اضافی داخلہ اس طرح ہوگا۔ سال رواں میں طلبہ کی تعداد 505 تھی۔ اور اگلے سال اضافی داخلہ بنین میں 42 طلباء کا ہوگا اور شعبہ بنات میں موجودہ تعداد 144 ہے۔ اور اگلے سال اضافی داخلہ 29 طالبات کا ہوگا۔ تو مجموعی اضافہ (طلبہ 42+طالبات 29) 71 ہوا۔ تو آئندہ سال مجموعی مجوزہ تعداد طلبہ 547 + طالبات 173= 720 ہوگی۔

5. متوسطہ کے طلبہ کو میٹرک کی تیاری کرانے کیلئے انگریزی، ریاضی اور سائنس پڑھانے والے دو اساتذہ کی تقرری کی جائیگی۔

6. شعبہ بنات میں فاضلات میں سے 4 بطور معاون معلمات کی تقرری کی جائیگی۔

7. باورچی کا کام زیادہ ہونے کی وجہ سے ایک معاون باورچی کی تقرری کیجائیگی۔

مجلس اعلیٰ کا اجلاس:

مجلس اعلیٰ 9 افراد پر مشتمل مخلصین کی جماعت ہے۔ وقتی اور ہنگامی طور پر فیصلہ کیلئے ان کی میٹنگ بلائی جاتی ہے۔ تا کہ وقتی طوز پر مفید فیصلے ہوسکیں۔ تو اس سال مجلس اعلیٰ کی پہلی میٹنگ

Scanned with CamScanner

10 اپریل 2005 اور دوسری میٹنگ 10 جولائی 2005 کو ہوئی۔ جو چند ضروری امور کے بارے میں فیصلے کئے۔ جنکی منظوری بھی آپ سے مطلوب ہے۔ ان میں سے ایک فیصلہ تدریب المعلمین کے بارے میں تھا۔ جو الحمد اللہ پروگرام کے مطابق ہوا۔ دوسرا فیصلہ جامعہ عثمانیہ مرکزی مسجد کی تعمیر کا تھا۔ کہ دونوں مسجدوں کی تعمیری فنڈ کو بجٹ سے باہر رکھنا دشوار ہوا۔ لہذا مرکزی مسجد کو بجٹ کے اندر رکھا گیا۔ اور تیسرا فیصلہ شعبہ بنات کے مدرسے کی دوسری منزل کی مرمت کے بارے میں تھا کہ اس پر کام کیا جائے۔ چوتھا فیصلہ جامعہ کیلئے جنریٹر کی ضرورت کے بارے میں تھا۔ کہ مدرسہ کے لئے جنریٹر خریدا جائے۔ پانچواں فیصلہ بیرون جامعہ میں قبرستان کیلئے وقف زمین کے بارے میں تھا۔ وہاں مزید رقبہ خریدنے کیوجہ سے قبرستان کیلئے وقف شدہ زمین درمیان میں آئی تھی۔ اسکو ایک طرف کرنے کیلئے دوسری زمین کا تبادلہ کرنا تھا۔ تو مجلس اعلیٰ نے تبادلے کی اجازت دے دی۔ جو کہ شرعاً بھی جائز ہے اور چھٹا فیصلہ مجلس انتظامیہ کے ممبران کے مشاہرے کے بارے میں تھا۔ تو مجلس اعلیٰ نے اسکی منظوری دے دی ہے۔ آپ سے بھی ان کی منظوری مطلوب ہے۔

مساجد:

جامعہ عثمانیہ مرکز کی مسجد کی تعمیر کا تذکر کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے فرمایا۔ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کا نقشہ آپ کے تصور کے مطابق تیار فرمایا۔ تین مخلص ساتھیوں کی برکت سے ہم اس مسجد کے خرچ سے ذرا بے غم رہے۔ اس مسجد پر مجموعی خرچ 19,09096 روپے آیا ہے۔ جبکہ اس کیلئے کل آمدن 16,33,044 روپے ہوئی۔ تاحال اس سلسلے میں ہمارے اوپر 27,6052 روپے کا قرض ہوا ہے۔ بیرون جامعہ کی مسجد عبداللہ ابن مسعود پر خرچ 80,39,543 روپے ہوا ہے۔ اور آمدنی 81,17264 روپے ہوئی۔ اس مسجد کی تعمیر سے ہماری 60% ضرورت مکمل ہوگی۔ ہم وہاں پر 500 طلبہ رکھ سکیں گے۔ یہ مسجد ڈھائی ہزار نمازیوں کیلئے بنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے اس کا انتظام ہو رہا ہے۔ طلباء سے دعا

بھی خصوصی توجہ کی التماس ہے۔

...ہیں آپ سے ... کے دستور پر نظر ثانی کرنے اور کچھ ترمیمات کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو مدرسے ... چند اساتذہ کرام کا انتخاب ہوا ہے۔ آئندہ سال انشاء اللہ اسکی بھی منظوری آپ سے لیں ...

... فضل خداوندی ہے و شاور ھم فی الامر — چونکہ جامعہ کی ترقی کا راز مشوروں میں ہے۔ ... کرام، مجلس شوریٰ، مجلس اعلیٰ اور ملازمین سے وقتاً فوقتاً مشورے لیے جاتے ہیں۔ ... میں اللہ تعالیٰ نے برکت ڈالی ہے۔ آپ ﷺ صحابہ سے مشورے لیتے تھے۔ بعض ... کے مشورے قبول کر کے بعض کو نظر انداز کرتے تھے۔ صدر لینن کے بارے میں آتا ... کہ اسکی شہرت و ترقی کا راز بھی عوام سے مشورہ لینے میں تھا۔ بہر حال ہمارے جامعہ کے شوریٰ ... مستقل نظام ہے۔ آج اس اجلاس شوریٰ میں ساعۃ العسر کے ساتھی بھی موجود ہیں۔

... شوریٰ کے ارکان کی تین فہرست ہوتی ہیں۔ فہرست اول میں 41 ممبر۔ فہرست دوم ... ممبر ہوتے ہیں۔ اور تیسری فہرست مبصرین کی ہوتی ہے۔ ارکان شوریٰ میں سے جو دو ... نہ آئے۔ اسکی رکنیت ختم ہو جاتی ہے۔ مبصرین میں سے جو تین سال تک حاضر رہے۔ وہ ... دوم میں آجاتا ہے۔ فہرست اول سے جو چلے جاتے ہیں تو فہرست دوم سے افراد لیے ... ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے 81 ممبران کے نام لیے اور مجلس اعلیٰ کے ارکان میں ... ارکان جناب حاجی علی رحمان اور حاجی غلام حسین صاحب کی نامزدگی کی منظوری بھی لے

...سال نمبر 14 کا تخمینی بجٹ:

... مفتی صاحب نے تعلیمی سال نمبر 14 کے تخمینی بجٹ کا اعلان فرمایا۔ تفصیل یہ ہے۔

...اخراجات	عمومی اخراجات	ترقیاتی اخراجات
[illegible] 15,90,553 روپے	آمد و رفت 2,00,000 روپے	تعمیرات
18,59,800 روپے	اخبار و رسائل 5,000 روپے	مرمت بلڈنگ

گیس اینڈھن۔۔ 17,5040 روپے
بجلی۔۔ 1,75,040 روپے
سٹیشنری۔۔ 52,560 روپے
فوٹو اسٹیٹ۔۔ 15,840 روپے
خرچہ امتحانات۔۔ 33,840 روپے
خرچہ وفاق المدارس۔۔ 4000 روپے

مجموعہ 390,6673 روپے

تقریبات 1,21,000 روپے
ٹیلیفون 65,000 روپے
ڈاک 10,000 روپے
ضیافت 72,000 روپے
فرنیچر 1,0000 روپے
کتب 2,00,000 روپے
وضائف 3000 روپے
دیگر مرمت 21,684 روپے
متفرقات 95,000 روپے

مجموعہ 9,77,436 روپے

خریداری زمین روپے
برقی آلات
سینٹری

مجموعہ 12,51,027 روپے

تو آئندہ سال کا تخمینی بجٹ مجموعی طور پر 61,05,136 روپے کی درخواست اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ خرچہ پورا ہوگا۔ اللہ کیلئے کوئی دشواری نہیں ہے۔ کسی نے مولانا اشرف علی کے سامنے کہا۔ کہ مسجد میں کسی اور کی رقم نہ لگائی جائے۔ تو آپ نے فرمایا۔ ایسا نہ کہو۔ کیا پتہ کہ کسی کی تھوڑی رقم میں برکت ہو۔ کیونکہ یہ کام خلوص کا ہے ملکوں کا نہیں۔

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے اراکین شوریٰ سے بجٹ فنڈ پر بحث کرنے اور تجاویز کیلئے اعلان فرمایا۔ تو مختلف اراکین نے مختلف تجاویز پیش کرتے رہے۔ اور حضرت مفتی صاحب نے ان پر تبصرہ فرماتے رہے۔ اس کے بعد جامعہ کے سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا حکیم لطف الرحمٰن صاحب نے شرکاء سے مختصراً خطاب فرمایا۔ اور ان کے دعائیہ کلمات سے اس مجلس کا اختتام ہوا۔ اور حکیم صاحب کی طرف سے شرکاء مجلس شوریٰ وطلباء کو ظہرانہ دیا گیا۔

توابل الادم

بنوں
برانڈ
ٹریڈ مارک
معیار میں اعلیٰ

سولہ اجزاء کا مجموعہ

بنوں
سالن مصالحہ

مرچ سرخ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، کالی، دارچینی، جلوتری، الائچی کلاں، امچورہ، انار دانہ، تیز پتہ، جائفل، لونگ اور ٹماٹر پاوڈر

تیار کردہ:- حاجی مقبول الرحمٰن، شاقیاز خان

آباد کالونی دلہ زاک روڈ پشاور - پاکستان